ہفت روزہ

ترجمان اسلام

لاہور

نگران اعلیٰ
مولانا مفتی محمود

دار العلوم دیوبند

یادگار عظمت اسلاف

انگریزوں کے خلاف پہلا فتویٰ کس مرد قلندر نے دیا تھا؟

برطانیہ پر فرنگیوں کی ایک خاص عنایات کیوں؟

یکم اگست تا ۷ اگست ۱۹۸۰ء — قیمت ایک روپیہ پچاس پیسہ — شمارہ ۳۱

آہ! شاعر اہل السنۃ جان محمد کمتر

صحابہؓ کا وہ عاشق تھا صحابہؓ پر فدا کمتر
صحابہؓ کی محبت میں صحابہؓ پر فنا کمتر

قلم اُس کا رواں رہتا تھا توصیفِ صحابہؓ میں
محمدﷺ کے غلاموں کا رہا مدحت سرا کمتر

صحابہؓ کی ثنا خوانی میں عمر اُس نے بتا ڈالی
صحابہؓ ہو گئے اس کے صحابہؓ کا ہوا کمتر

جلا کر خاک کر ڈالا نشیمن اُس نے باطل کا
عدو کے آشیاں پر بارہا کڑکا گرا کمتر

ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ سب کے سب راضی
خدا راضی نبی راضی ترا تجھ سے ہوا کمتر

وہ لاہوری، بخاری ہوں کہ حضرت رائے پور والے
قریشی تک بزرگوں کی دعائیں لے گیا کمتر

وہ مداح صحابہؓ داعیٔ دینِ محمد ﷺ تھا
وہ مدحت میں صحابہؓ کی رہا نغمہ سرا کمتر

بخاری تونسوی کی رہ گئی آہ و فغاں باقی
تڑپتے رہ گئے عشاق تیرے باوفا کمتر

رہے دائم یہ گلشن اہل سنت والجماعت کا
دعا ہے سوز کی مولا کوئی پھر سے اٹھا کمتر

محمد ابراہیم سوز، جامعہ عثمانیہ شور کوٹ

ہفت روزہ
ترجمان اسلام
لاہور

جلد نمبر ۲۲ | شمارہ نمبر ۳۱

جمعۃ المبارک ۱۵ رمضان ۱۴۰۰ھ

سرپرست
مولانا عبید اللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی

بدلِ اشتراک
سالانہ
۶۵ ــــــ روپے
ششماہی
۳۳ ــــــ روپے
سہ ماہی ــــــ ۱۷ روپے
قیمت
ایک روپیہ پچاس پیسے

خط و کتابت : ترجمانِ اسلام چوک رنگ محل لاہور

مسز اندرا گاندھی کا جارحانہ اندازِ گفتگو

ان دنوں بھارت کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کا لب و لہجہ خاصہ تند و تیز نظر آتا ہے جبکہ پاکستانی وزیر خارجہ جناب آغا شاہی کے دورۂ بھارت کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ممالک اپنے اختلافات افہام و تفہیم کے ساتھ طے کریں، اور وقت کے تقاضوں کے مطابق اچھے ہمسایوں کی حیثیت سے رہیں۔ یہی سلامتی کی راہ ہے اور اسی میں دونوں ممالک کے عوام کا فائدہ ہے۔

اس کاز کو آگے بڑھانے کے لئے ہمارے وزیر خارجہ نے بھارتی اخبارات کے منفی رویے کے باوجود رواداری سے کام لیا اور مشترکہ اعلامیے میں بھی خوش آئند توقعات کا اظہار کیا۔

مگر حیرت ہے کہ بھارتی وزیر اعظم نے رواداری کا جواب رواداری سے دینے کی بجائے افہام و تفہیم کی روش کو خیرباد کہتے ہوئے ایسا انداز اختیار کر لیا ہے جو سراسر یک طرفہ اور جارحانہ ہے۔ انہوں نے پاکستان کو مشورہ دیا ہے کہ وہ افغانستان کی نظریاتی بحث میں الجھے بغیر باہمی تجارت اور ثقافت کو فروغ دے۔ انہوں نے پاکستان کے ہتھیار خریدنے کی بات بھی بڑی شد و مد سے کی ہے، لیکن ایک ہی سانس میں یہ بھی کہہ دیا ہے کہ بھارت اپنی فوجی تیاریوں سے مطمئن نہیں ہے اور بھارت جوہری توانائی کو فوجی مقاصد کے لئے استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔ مسز اندرا گاندھی نے اس امر پر اظہار مسرت کیا کہ بھارت نے بکتر بند ہیلی کاپٹر تیار کر لیا ہے اور اب ٹینک تیار کئے جا رہے ہیں۔

اس کے باوجود بھارتی وزیر اعظم اور اس کے رفقاء نے یہ شور مچایا ہوا ہے کہ پاکستان ایٹمی توانائی کو پُرامن مقاصد کے لئے استعمال کرنے پر کاربند رہے۔ یہ عجیب منطق ہے کہ تمام تر پابندیاں صرف اور صرف پاکستان برداشت کرے اور بھارت آزادانہ طور پر جو چاہے کرتا رہے۔ اسے نہ کسی معاہدے کا خیال ہو نہ اخلاق کا اور نہ ہی بین الاقوامی ضابطوں کا پاس لحاظ۔ کشمیر کے بارے میں وہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کو شیر مادر سمجھ کر ہضم کئے بیٹھا ہے، اور اب افغانستان کے مسئلہ پر بھی اس نے عالمی رائے عامہ کی کوئی پروا نہیں کی، بلکہ اسلامی کانفرنس کے فیصلوں اور کارکردگی کو ہدف تنقید بنانے سے کبھی گریز نہیں کیا۔ اس نے روس کی دوستی اور اپنے مفادات کے لئے سب کچھ تج دیے

رکھ دیا اور ہر قسم کی لاقانونیت و بداخلاقی کو گوارا کر لینا ہی اپنے لئے بہتر خیال کیا۔

بھارتی وزیر اعظم نے یہ پھبتی بھی کسی ہے کہ اگرچہ پاکستان میں رائے عامہ معلوم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے تاہم وہاں بھارت کے ساتھ تصادم کی حوصلہ افزائی نہیں کی جائے گی۔

اس سلسلے میں پاکستان کے ارباب اقتدار کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ملک میں ایسے حالات طویل عرصہ تک برقرار نہ رکھیں جن کی وجہ سے پاکستان کے ازلی دشمنوں کو مذاق اڑانے اور پھبتیاں کسنے کا موقع فراہم ہو۔ اندرا گاندھی کو اپنے ملک کی جمہوریت پر بھی گھمنڈ ہے اور بین الاقوامی دنیا میں بھی بھارت کو ایک جمہوری ملک کے ناطے سے ہی جانا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ خود اندرا گاندھی اپنے عوام کی رائے کا کتنا احترام کرتی ہیں اور کن کن مرحلوں پر عوام کی مرضی سے زمام حکومت چلاتی ہیں، لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ بھارت کا جمہوری تشخص قائم ہے۔

ہمیں اس خلا کو بھی پر کرنا چاہیئے تاکہ ہمیں اس پہلو سے ہیٹا ہونا نہ پڑے، اور خود ہمارے ملک کی گاڑی کا پہیہ بھی درست سمت کی طرف رواں دواں ہو جائے۔

اگر ہم اپنا قیمتی وقت ضائع کئے بغیر اپنے جمہوری اداروں کو مستحکم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہماری آواز غیر ممالک کے دوروں کے دوران ٹھوس اور وزنی ثابت ہو سکتی ہے اور ہم اس احساس کمتری سے بچ سکتے ہیں جس کا ہم ان دنوں شکار ہیں۔

ہمیں دوسروں سے عبرت حاصل کرنا چاہیئے اور پوری منصوبہ بندی کے ساتھ ملکی وقار میں اضافہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اس کے لئے سب سے اہم اور بنیادی کام جو ہمیں کرنا ہوگا وہ یہ ہے کہ ہم اپنی ذات، اپنے مفادات اور اپنی خواہشات پر ملکی مفادات اور ملکی ضرورتوں کو ترجیح دیں۔ اس کے بغیر ہم اس دلدل سے نہیں نکل سکتے جس میں بری طرح سے [illegible]

ابتدا کرنی چاہیئے تاکہ اس کے اثرات پوری قوم پر پڑیں اور قوم کا ہر فرد اسی زاویۂ نگاہ سے سوچنے لگے کہ قوم پہلے اور فرد بعد میں۔ جب تک فرد قائم ربط ملت کے لافانی اصول کو نہیں اپنائیں گے منزل مراد سے ہمکنار نہیں ہو سکتے اور اغیار ہمیں یونہی طعن و تشنیع کا ہدف بناتے رہیں گے۔

بلوں کی ادائیگی کا مسئلہ

ترجمان اسلام کے بل ہر ماہ باقاعدگی سے ایجنسی ہولڈرز حضرات کے نام ارسال کئے جاتے ہیں مگر بلوں کی ادائیگی کی رفتار دن بہ دن سست پڑتی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں ادارے کی جانب سے بارہا خطوط بھی ارسال کئے جاتے ہیں۔ بلوں پر بھی تاکید کی جاتی ہے اور ترجمان اسلام کے ذریعہ بھی وقتاً فوقتاً توجہ دلائی جاتی ہے لیکن مایوسی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

محسوس ایسا ہوتا ہے کہ ایجنسی ہولڈرز یہ خیال کئے بیٹھے ہیں کہ ادارے کی طرف سے کوئی نمائندہ آئیگا تو رقم ادا کر دی جائے گی، جبکہ ادارے کے لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ہر ہر مقام پر نمائندوں کے ذریعہ رقم کی وصول کی جائے۔ یہ حالت بھی ان حضرات کی ہے جن کا توازن ادائیگی کسی قدر معتدل ہے۔ رہے وہ لوگ جو سرے سے اس طرف التفات ہی نہیں کرتے اور پرچہ وصول کرتے رہتے ہیں تو ان کی تو وہی چال بے ڈھنگی والا معاملہ ہے۔

ان کے علاوہ بہت سے بڑے بڑے اور جماعتی شہروں میں پرچہ اس لئے بند ہے کہ دفاتر سر بمہر ہو گئے ہیں، اور نظماء دفاتر (باقی صفحہ ۲۰ پر)

ایک اہم اعلان

حضرت مولانا غلام اکبر صاحب ادارہ ترجمان اسلام کے بقایاجات کی وصولی اور نظام العلماء کی تنظیم کے سلسلے میں ملک گیر دورہ کر رہے ہیں۔ جمعیتہ کے ذمہ دار حضرات اور ایجنسی ہولڈر صاحبان ان سے مکمل تعاون فرمادیں۔

(ادارہ ترجمان اسلام)

دار العلوم دیوبند

یادگار عظمت اسلاف

دار العلوم دیوبند کا نام زبان پر آتا ہے تو تصور صرف ایک دینی مدرسے کے دائرے میں محدود نہیں رہتا۔ دار العلوم معقول و منقول کی رسمی و روایتی درسگاہ نہیں بلکہ وہ بہت سے تعلیمی، ثقافتی، علمی، سیاسی اداروں اور تحریکوں کا جامع ہے۔ یہ ہندوستان کی سرزمین میں وہ شجر طیبہ ہے جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں چھپی ہوتی ہیں۔ اس کی شاخیں فضا میں دور دور تک پھیلی ہوتی ہیں اس کے سایے میں راستہ چلنے والے سکون و طمانیت حاصل کرتے ہیں اور اس کے شیریں پھلوں سے اپنے کام و دہن کو لذت بخشتے ہیں اور اس کے ظاہری مناظر اور اس کی شگفتگی و شادابی دیکھنے والوں کو سرور بخشتی ہے۔ نادان اسی کے سایے میں آرام کرتے ہیں۔ اس کے پھلوں سے لذت حاصل کرتے ہیں۔ پھر اسکی شاخوں کو توڑتے ہیں، پتوں کو برباد کرتے ہیں۔ اس کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے تنے پر کلہاڑیاں چلاتے ہیں۔ اس کی شگفتگی اور تر و تازگی کو برباد کر دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے، لیکن اس کی فیض رسانی اللہ کے حکم سے تھی جو کبھی بند نہ ہوئی اور اس کا قیام و وجود مشیت ایزدی اور منشائے خداوندی کے مطابق تھا اس لئے اس پر کبھی حرف نہ آیا۔ اس کی زندگی کے خمیر میں صبر و قناعت شامل تھی، اس لئے اس نے کبھی عزیزوں کی شکایت سے زبان کو آلودہ کیا نہ اپنوں سے ان کی سربلندی میں اپنے حصہ کا صلہ مانگا۔ گذشتہ ایک سو سال سے زیادہ مدت سے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کی تاریخ میں وہ اپنا سر اونچا کئے ارجمندی اور عظمت اسلاف کی علامت کے طور پر کھڑا ہے۔ اس مدت میں افکار و حوادث کے کتنے ہی طوفان اس کے سر و شانے سے ٹکرا کر اور اس کے جیب و گریبان سے کھیل کر گزر گئے۔ نادان سمجھتے تھے کہ عظمت اسلاف کی یہ یادگار ان حوادث میں اپنا وجود قائم نہ رکھ سکے گی، لیکن طوفان اور حوادث کے ہر تھپیڑے کے بعد اس کی شخصیت نکھرتی اور وجود سربلند ہوتا رہا۔ ۱۹۴۷ء کے حادثات کے بعد بھی اگر ایشیا میں برصغیر کی سرزمین میں مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت اور ملی و ملکی خدمات کا کوئی سب سے گہرا نمایاں اور روشن نقش نظر آتا ہے اس میں دار العلوم دیوبند کا بھی خاصا حصہ ہے۔ دار العلوم تاریخ کا ایک جلی عنوان اور روشن باب ہی نہیں بلکہ برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت کی ایک جامع و مکمل دینی، تعلیمی، تہذیبی، سیاسی، ملی تاریخ کا نام ہے۔

دار العلوم دیوبند ایک سرچشمہ تھا جس کی فیض رسانیوں اور نفع بخشیوں نے ملت

> افکار و حوادث کے کتنے ہی طوفان اس کے سر و شانے سے ٹکرا کر گزر گئے۔

کے نخلِ امید کو سرسبز و شاداب کر دیا اور زندگی کے ہر گوشے میں علم و عمل کے ہر میدان میں ملتِ اسلامیہ کے دماغوں کو افکارِ حقہ اور دلوں کو امنگوں اور ولولوں سے معمور کر دیا۔ اس نے مسلمانوں کے سامنے زندگی کے ہر گوشے میں راہِ عمل کھولی اور اپنے اخلاق اور سیرت کی روشنی سے راہوں کو منور کر دیا۔ مسلمان چاہیں تو وہ نئے حالات میں بیش و بسیار کے تذبذب کے بغیر پورے اعتماد کے ساتھ زندگی کا سفر طے کر سکتے ہیں اور منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔

مقصدِ قیام

دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے متعدد پہلو ہیں اور ہر پہلو روشن اور تابناک۔ اس نے علومِ دینیہ کی تعلیم و اشاعت میں جو کارنامہ انجام دیا اس کا اندازہ صرف اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ بھارت اور پاکستان اور اب اس میں بنگلہ دیش کا نام بھی شامل کر لیجئے کا کوئی دور دراز گوشہ ایسا نہیں ہو سکتا جہاں مسلمان ہوں اور عقائد و اخلاق سیرتِ اسلامی میں دیوبند کے اکابر اور فیض یافتگان کے دستِ تعلیم و تربیت کا اثر موجود نہ ہو۔ دنیا کی نظروں میں دارالعلوم دیوبند کے قیام کا خاص مقصد علومِ دینیہ کی اشاعت و تعلیم تھا اور اگر صرف یہی مقصد تھا تب بھی مسلمانوں کی علمی، عملی زندگی کا کون سا گوشہ، ذہنی و فکری تربیت کا کون سا اصول، اسلامی تہذیب و ثقافت کے تحفظ کا کون سا کام، اخلاق و سیرت کی کون سی تعمیری ضرورت، دین دنیا کی بھلائی کا کون سا میدان اور فلاح فرد و ملت

برصغیر کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں
اکابرِ دیوبند کے فیض یافتگان موجود نہ ہوں

کے نصب العین ... نہیں آگیا۔

مدارس کے قیام کی ہمہ گیر تحریک

دارالعلوم دیوبند ملت کے چند بہی خواہوں نے جن مقاصد کے لئے قائم کیا تھا وہ مقاصد سہارنپور کے ایک گمنام قریے میں صرف ایک مدرسہ قائم ہونے سے پورے نہیں ہو سکتے تھے۔ ضرورت تھی کہ اس جذبہ کو عام کیا جائے اور مدارس دینیہ کا ایک جال پورے ملک میں پھیلا دیا جائے۔ چنانچہ بانیانِ دیوبند نے ایک ایسا دینی تعلیمی جذبہ پیدا کیا کہ اس زمانے کے طول و عرض میں کئی مدرسے قائم ہوئے۔ ۱۲۹۶ھ میں (۱۸۷۹ء) میں مدرسہ قاسمیہ مرادآباد کا قیام عمل میں آیا جو اب عام طور پر "مدرسہ شاہی مسجد" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کی بنیاد حضرت قاسم العلوم حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے مقدس ہاتھوں سے رکھی گئی۔

اس کے چند سال بعد حضرت قاسم العلوم ہی کے ایماء و تحریک پر "جامعہ اسلامیہ عربیہ" کے نام سے امروہہ میں ایک مدرسہ قائم کیا گیا۔ نگینہ (یو۔پی) میں ۱۲۹۲ھ سے ایک مکتب قائم تھا۔ حضرت حجۃ الاسلام کے مشورے سے اسے ترقی دے کر علوم اسلامی کی ایک قابلِ نمونہ درسگاہ بنا دیا گیا اور حضرت ہی کے نام پر اس کا نام "مدرسہ قاسمیہ عربیہ" رکھا گیا۔ "مظاہر العلوم سہارنپور" کا قیام ۱۸۹۶ء میں عمل میں آیا۔ اس کے آغاز بنا میں بھی بانیانِ

دارالعلوم ... سے ... اس کا وجود عمل میں آیا تھا۔ بانیانِ دارالعلوم دیوبند کے احباب اور شاہ محمد اسحٰق اور حضرت مولانا عبدالحیؒ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے تلامذہ میں سے مولانا سخاوت علی جونپوری نے جونپور میں گذشتہ صدی کے اواخر میں مدرسہ قرآنیہ قائم کیا۔

مدارس کے قیام کا یہ سلسلہ دارالعلوم دیوبند کے آغاز ہی سے شروع ہو گیا تھا اور ملک کے طول و عرض میں متعدد مدارس قائم ہو چکے تھے، لیکن یہ چمن بندی کا آغاز تھا۔ فصلِ گل کا موسم ابھی دور تھا۔ اس موسم کا آغاز حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے عہدِ سعادت سے ہوتا ہے۔ آپ کے زمانے میں اور آپ کے تلامذہ کی کوششوں سے برصغیر پاک و ہند کا چپہ چپہ علوم دینی کی ضیا پاشیوں سے جگمگا اٹھا اور ملی تحریکات اور ملک کی آزادی کی جدوجہد میں ایک نئی روح دوڑ گئی۔ آپ کی مساعی مشکور سے ملت کے مضمحل و منتشر قویٰ میں ایک نئی قوت، اعضاء و جوارح میں ایک نظم پیدا ہو گیا اور دارالعلوم کا فیضان عام ہو گیا۔ ۱۸۹۵ء میں مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ و مجاہدِ ملت حافظ محمد صالح، مولانا فضل احمد، منشی رحمت اللہ اور دیگر حضرات نے "مدرسہ رشیدیہ" کے نام سے رائے پور ضلع جالندھر میں ایک مدرسہ قائم کیا ۱۹۷۷ء میں مدرسہ نعمانیہ کے نام سے امرتسر میں اسی سلسلے کے وابستگان نے ایک دینی درسگاہ قائم کی۔

دہلی کی مشہور دینی درسگاہ "مدرسہ امینیہ" حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید مولانا امین الدینؒ نے قائم کی اور دوسرے نامور شاگرد حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ شاہجہانپوری ثم دہلوی کے اخلاص و ایثار نے اسے ایشیا کی مشہور دینی جامعات کی صف میں شامل کر دیا۔ سندھ میں حضرت شیخ الہندؒ کے

نا... گو... شیخ حیدر ... نام سے ۱۹۰۱ء میں ایک مدرسہ قائم کیا۔ اس سے پہلے ۱۸۸۴ء میں مولوی عبداللہ مرحوم نے ایک مدرسہ کراچی کے ایک محلہ کھڈہ میں قائم کیا تھا۔ مرحوم کے فرزند ارجمند مولانا محمد صادق حضرت شیخ الہند علیہ الرحمۃ کے ارشد تلامذہ میں سے ایک تھے جنہوں نے سندھ میں علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں تبلیغ اسلام رد بدعات و محدثات اور تحریک آزادی میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ مولانا محمد صادق کی مساعی حسنہ کا مرکز ان کے والد کا قائم کردہ مدرسہ تھا جو تاریخ میں "مدرسہ مظہر العلوم" کے نام سے مشہور ہے۔ لاہور میں حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد رشید مولانا احمد علی لاہوری نے جو علوم قرآنی میں اپنے تبحر کی بنا پر شیخ التفسیر کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں ۱۹۲۴ء میں "مدرسہ قاسم العلوم" کے نام سے علوم دینی کی ایک درسگاہ کا آغاز کیا۔ ۱۳۵۰ھ (۱۹۳۲ء) میں ڈھابیل (سورت) میں "جامعہ اسلامیہ" کے نام سے مولانا انور شاہ کاشمیریؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی کوششوں سے ایک اسلامی یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا جس نے بہت تھوڑی مدت میں دینی و تعلیمی حلقوں میں اعتماد پیدا کر لیا۔ حضرت شیخ الہندؒ کے تلامذہ کی صف میں سرائے میر ضلع اعظم گڑھ میں چند مخلصین ملت نے جو اس سے پہلے "انجمن اصلاح" قائم کر چکے تھے ایک دینی مدرسہ قائم کیا جس کا سنگ بنیاد حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندیؒ کے مبارک ہاتھوں سے رکھا گیا۔ ۱۹۲۴ء میں گجرات کے ضلع کھیڑا میں آنند کے مقام پر حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہؒ کے ہاتھوں جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد پڑی جس نے گجرات کے علاقے میں علوم دینی کی اشاعت اور تبلیغ اسلام میں نمایاں

...ں حضرت شیخ الہندؒ کے ... یہ اللہ سندھیؒ نے دہلی میں "مدرسہ نظارۃ القرآنیہ" کے نام سے ایک مدرسہ قائم کیا۔ اگرچہ یہ ایک چھوٹا سا مدرسہ تھا جس میں دو۔ تین استاد درس قرآن و حدیث کی خدمت میں مصروف تھے اور ایک خاص جماعت جو دارالعلوم دیوبند اور علیگڑھ کالج کے فاضلین پر مشتمل تھی، مولانا سندھی مرحوم کے زیر تعلیم و تربیت تھی، لیکن انگریزی حکومت اس چھوٹے سے ادارے سے جس طرح لرزہ براندام تھی، اس کا کچھ اندازہ تحریک شیخ الہندؒ کے مطالعہ سے ہوتا ہے (۱۳۵۰ھ / ۱۹۳۲ء) میں مدرسہ دینیہ اسلامیہ غازی پور ملت کے چند بہی خواہوں اور علوم اسلامیہ کی ترویج کے شائقین کے ہاتھوں قائم ہوا، لیکن اس کا نظام تعلیم و تدریس دارالعلوم سے مستعار اور زمام تعلیم و تدریس شروع سے اب تک فاضلین دیوبند کے ہاتھوں میں رہی ہے۔ غازی پور کا مشہور اور تاریخی مدرسہ "چشمہ رحمت" ۱۸۶۹ء میں قائم ہوا۔ اگرچہ اس کے بانیوں کا پہلا تعلق علمائے فرنگی محل سے تھا، لیکن آغاز کے بعد مدرسہ ہر دور میں فرزندان دارالعلوم دیوبند کی مساعی اور خدمات کا منت گزار رہا ہے۔ جونپور کے قصبہ صبر حد کی مثالی درسگاہ مدرسہ فاروقیہ کی تعلیمی اصلاحی روح وہی ہے جو دارالعلوم دیوبند کے نظام تعلیم و تربیت میں رواں ہے۔ پٹنہ کے مشہور و معروف مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کا قیام ۱۹۱۲ء اور اس کی ترقی دارالعلوم دیوبند کے چشمہ علم و عرفان سے سیراب ہونے والوں کی رہین منت ہے۔ اس سلسلے میں جامعہ ملیہ زاکھانی کا ذکر بھی ضروری ہے۔ اسے دارالعلوم دیوبند کی ایک شاخ سمجھنا چاہیے۔ یہ اگرچہ ایک مستقل ادارہ ہے لیکن اس کے امتحانات اور کارگزاری کی نگرانی دارالعلوم کی طرف سے ہوتی ہے۔

یہ عہد سعادت تو حضرت شیخ الہندؒ اور آپ کے تلامذہ کا دور تھا۔ یہ تحریک اس دور کے بعد ختم نہیں ہو گئی، بلکہ گذشتہ پچیس تیس سال کے عرصے میں پاکستان کے مختلف شہروں میں چند ایسے دینی مدارس کا قیام عمل میں آیا ہے جن کے ذکر کے بغیر یہ مضمون مکمل نہیں ہو سکتا۔ ان مدارس میں جامعہ اشرفیہ لاہور (۱۹۴۷ء) جامعہ رشیدیہ ساہیوال (۱۹۴۷ء) دارالعلوم خیر المدارس ملتان (۱۹۴۷ء) دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (۱۹۴۷ء) دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار (حیدر آباد) (۱۹۴۹ء) دارالعلوم کراچی (۱۹۵۰ء) جامعہ اشرفیہ پشاور (۱۹۵۳ء) جامعہ مدنیہ لاہور (۱۹۵۵ء) مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی (۱۹۵۵ء) خاص طور پر قابل ذکر ہیں، لیکن اس سلسلۃ الذہب کی یہ آخری کڑیاں نہیں ہیں۔ ان مدارس کے بعد بھی بے شمار ادارے پاکستان کے طول و عرض اور ہندوستان اور بنگلہ دیش کے دور و نزدیک کے علاقوں میں قائم ہوئے ہیں۔

یہ تمام ادارے برصغیر میں علوم اسلامیہ کی تعلیم و تدریس، اسلامی شعائر اور تہذیب و ثقافت کے تحفظ، ملک کی آزادی کی جد و جہد اور ملی تحریکات اور اسلامی علوم و فنون کی ترویج و اشاعت کی تاریخ میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ یہ تمام مدارس اپنا اپنا جداگانہ مستقل نظام اور حلقۂ اثر رکھتے تھے، لیکن بھارت و پاکستان میں اسلامی تعلیم و تربیت کے نظام ثقل میں دارالعلوم دیوبند اور ان اداروں کا تعلق وہی تھا جو نظام فلکی میں سورج اور دوسرے سیاروں کا ہوتا ہے

ان سطروں سے دارالعلوم کے دائرہ فیضان کا جو تصور ذہن میں قائم ہوتا ہے وہ حقیقت کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ بات یہ ہے کہ ابھی تک اس موضوع پر کوئی کام نہیں کیا گیا اور کوئی سنجیدہ کوشش ایسی نہیں کی گئی ہے جن سے دارالعلوم دیوبند کے افادہ فیضان کا واقعی اندازہ ہو سکے۔

میسر تو دارالعلوم دیوبند کے سلسلے کے چند خاص مدرسے تھے، لیکن اگر صوبہ یا علاقہ وار جائزہ لیا جائے تو صرف ایک مضمون اس مواد کا متحمل نہیں ہو سکتا، اس کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہوگی۔ ہندوستان پاکستان کا کون سا گوشہ ایسا ہے جہاں دارالعلوم دیوبند کے سلسلے کا چھوٹا یا بڑا مدرسہ قائم نہیں ہے۔

ہندوستان میں اہم مدارس کی ایک مختصر سی فہرست غلام رسول نے مرتب کی ہے۔ دوسری فہرست جو بہار و اڑیسہ کے اہم مدارس کی ہے پروفیسر عبدالمنان کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ گجرات کے باکمال اور برگزیدہ علمائے کرام کی دینی خدمات کا ایک مختصر جائزہ حضرت مفتئ اعظم محمد کفایت اللہ نے لیا ہے۔ اس طرح مالابار میں دینی تعلیم کی مرکزی درسگاہوں کے بارے میں محمد اسلم نے معلومات فراہم کی ہیں۔ (ان مضامین کے لئے دیکھئے البلاغ بمبئی تعلیمی نمبر) مغربی پاکستان کے عربی مدارس کا ایک مفصل جائزہ حافظ نذر احمد نے مرتب کیا۔ علم و آگہی کے دو ضخیم نمبروں (برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی اور تعلیمی ادارے جلد اوّل دوم) میں دیوبندی مکتبہ فکر کے بہت سے تعلیمی اور علمی ادبی اداروں اور انجمنوں کے حالات سمیٹ لئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں برگ گل کراچی کا تعلیمی پالیسی نمبر بھی قابل توجہ ہے۔ ان کتب و رسائل میں مدارس کی تاریخ اور اس کے بانیوں کے حالات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی فیض رسانیوں اور اس کے اکابر و اصاغر کی فیض بخشیوں کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے اثرات

قدیم و جدید کی تفریق برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ملی زندگی کا ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ دیوبند کو قدامت کا پرستار اور علیگڑھ کو جدت کا دا [illegible] کو پاٹنے کی [illegible] کی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ الزام جدت کے پرستاروں کی طرف سے اور قدیم و جدید کے مابین خلیج کو پاٹنے کی تمامتر کوششیں قدامت پرستوں کی طرف سے عمل میں آئی ہیں۔ ندوۃ العلماء اس کی مثال ہے جس کے محرکوں اور بانیوں میں دیوبند کے سلسلے کے بزرگ و اکابر نمایاں ہیں۔ حضرت شیخ الہند نے دیوبند اور علیگڑھ کے مابین خلیج کو پاٹنے کی نہایت مخلصانہ کوششیں کیں۔ علی گڑھ کے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے خصوصی نصاب کا بندوبست کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغین کی علیگڑھ جانے اور جدید علوم سیکھنے میں ان کی ہمت افزائی کی۔ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی قائم ہوا تو اس کے سرپرستوں میں حکیم اجمل خان مرحوم کے ساتھ نواب وقار الملک کو برابر کا شریک بنایا۔ اپنی زندگی کے آخری دور میں بیماری کی انتہائی شدت کے باوجود علیگڑھ کا سفر کیا اپنے وصال سے چند دن قبل جامعہ ملیہ دہلی کا سنگ بنیاد رکھا۔

دیوبند کے اثرات ملک کے اداروں اور شخصیات ہی پر نہیں بیرون اکابر شخصیات پر بھی پڑے اور ادارے بھی ان سے متاثر ہوئے۔ سفرنامہ اسیر مالٹا، نقش حیات، تحریک شیخ الہندؒ، ریشمی رومال تحریک، مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تحریرات، اقبال شیدائی کی سرگزشت، ظفر حسن کی آپ بیتی وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی ملی و سیاسی تحریک سے افغانستان، ترکی اور حجاز کی متعدد اہم شخصیات متاثر تھیں۔

دارالعلوم دیوبند کے اثرات بعض مستقل علمی خانوادوں پر بھی پڑے۔ اس سلسلے میں پنجاب کے غزنوی خاندان اور یو۔پی کے بعض اہل حدیث علماء کے نام لئے [illegible] ت اپنی ایک [illegible] ل روایت رکھتا ہے۔ اس کی فکر و خدمات کا پیمانہ بہت بلند ہے۔ وہ دین اور ملت کی خدمت گزاری کی عظیم الشان تاریخ میں اپنا امتیاز رکھتا ہے۔ اس طرح لدھیانہ کا خانوادہ علمی جس کے آخری دور کے ورثاء علم و عمل میں مفتی محمد نعیم اور مولانا حبیب الرحمٰن کے سے اصحاب عزیمت و دعوت گذرے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد کا نام بھی لیا جا سکتا ہے جو ایک مستقل حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ اپنی زندگی اور افکار کی تعمیر میں اپنے والد کی فکری و علمی شخصیت کے بھی رہینِ منت نہیں ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے والد کی سیرت کے کچھ اُجلے نقوش تو اپنائے لیکن دارالعلوم دیوبند اور اکابر دیوبند کی عظمت اور حضرت شیخ الہندؒ کی سیرت سے بھی متاثر تھے۔

بیسویں صدی کی ایک بڑی علمی شخصیت علامہ سید سلیمان ندوی کی تھی۔ انہیں ندوۃ العلماء کا فرزند عظیم کہنا چاہیئے لیکن دارالعلوم دیوبند کے دائرۂ اثر سے وہ بھی باہر نہ رہے۔ وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے سلسلۂ بیعت میں منسلک اور مجاز بیعت و ارشاد تھے۔ یہ مولانا تھانویؒ کا فیضانِ نظر کہیئے یا مکتب دیوبند کی کرامت کہ اس تعلق بیعت کے بعد ان کے خیالات میں انقلابِ عظیم پیدا ہوا۔ معراج روحانی کے اثبات میں ان کے پاس عقل و منطق کے استدلالات کی کمی نہ تھی۔ وہ روایات کا سہارا لے سکتے تھے۔ بعض صحابہؓ اور علماء و حکماء کے اختلافات سے اپنے مقدمہ کو مستحکم کر سکتے تھے، لیکن ان کی روح سعید و قلب سلیم نے کمزور بنیادوں پر افکار کی تعمیر گوارا نہ کی اور اسی مسلک کو اختیار کیا جو دیوبند کے علماء حق کا مسلک تھا اور مولانا تھانویؒ کے فیضانِ فکر و نظر نے جس کی طرف رہنمائی کی تھی۔

میسر ہو دارالعلوم دیوبند کے سلسلے کے چند خاص مدرسے تھے، لیکن اگر صوبہ یا علاقہ وار جائزہ لیا جائے تو صرف ایک مضمون اس مواد کا متحمل نہیں ہو سکتا، اس کے لئے ایک کتاب کی ضرورت ہوگی۔ ہندوستان پاکستان کا کون سا گوشہ ایسا ہے جہاں دارالعلوم دیوبند کے سلسلے کا چھوٹا یا بڑا مدرسہ قائم نہیں ہے۔ ہندوستان میں اہم مدارس کی ایک مختصر سی فہرست غلام رسول نے مرتب کی ہے۔ دوسری فہرست جو بہار و اڑیسہ کے اہم مدارس کی ہے پروفیسر عبدالمنان کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ گجرات کے باکمال اور برگزیدہ علمائے کرام کی دینی خدمات کا ایک مختصر جائزہ حضرت مفتی اعظم محمد کفایت اللہ نے لیا ہے۔ اس طرح مالابار میں دینی تعلیم کی مرکزی درسگاہوں کے بارے میں محمد اسلم نے معلومات فراہم کی ہیں۔ (ان مضامین کے لئے دیکھئے البلاغ بمبئی تعلیمی نمبر) مغربی پاکستان کے عربی مدارس کا ایک مفصل جائزہ حافظ نذر احمد نے مرتب کیا۔ علم و آگہی کے دو ضخیم نمبروں (برصغیر پاک و ہند کے علمی و ادبی اور تعلیمی ادارے جلد اول دوم) میں دیوبندی مکتبہ فکر کے بہت سے تعلیمی اور علمی ادبی اداروں اور انجمنوں کے حالات سمیٹ دیئے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں برگ گل کراچی کا تعلیمی پالیسی نمبر بھی قابل توجہ ہے۔ ان کتب و رسائل میں مدارس کی تاریخ اور اس کے بانیوں کے حالات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی فیض رسانیوں اور اس کے اکابر و اصاغر کی نفع بخشیوں کا دائرہ کتنا وسیع ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے اثرات

قدیم و جدید کی تفریق برصغیر پاک و ہند میں مسلمانوں کی ملی زندگی کا ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ دیوبند کو قدامت کا پرستار اور علیگڑھ کو جدت کا دا[illegible] کو پاٹنے کی [illegible] کی لیکن یہ عجیب بات ہے کہ الزام جدت کے پرستاروں کی طرف سے اور قدیم و جدید کے مابین خلیج کو پاٹنے کی تمام تر کوششیں قدامت پرستوں کی طرف سے عمل میں آئی ہیں۔ ندوۃ العلماء اس کی مثال ہے جس کے محرکوں اور بانیوں میں دیوبند کے سلسلے کے بزرگ و اکابر نمایاں ہیں۔ حضرت شیخ الہند نے دیوبند اور علیگڑھ کے مابین خلیج کو پاٹنے کی نہایت مخلصانہ کوششیں کیں۔ علی گڑھ کے فارغ التحصیل طلبہ کے لئے خصوصی نصاب کا بندوبست کیا۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغین کی علیگڑھ جانے اور جدید علوم سیکھنے میں ان کی ہمت افزائی کی۔ مدرسہ نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی قائم ہوا تو اس کے سرپرستوں میں حکیم اجمل خان مرحوم کے ساتھ نواب وقار الملک کو برابر کا شریک بنایا۔ اپنی زندگی کے آخری دور میں بیماری کی انتہائی شدت کے باوجود علیگڑھ کا سفر کیا اپنے وصال سے چند دن قبل جامعہ ملیہ دہلی کا سنگ بنیاد رکھا۔

دیوبند کے اثرات ملک کے اداروں اور شخصیات ہی پر نہیں بیرون اکابر شخصیات پر بھی پڑے اور ادارے بھی ان سے متاثر ہوئے۔ سفرنامہ اسیر مالٹا، نقش حیات، تحریک شیخ الہندؒ، ریشمی رومال تحریک، مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تحریرات، اقبال شیدائیؒ کی سرگزشت، ظفر حسن کی آپ بیتی وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کی ملی و سیاسی تحریک سے افغانستان، ترکی اور حجاز کی متعدد اہم شخصیات متاثر تھیں۔

دارالعلوم دیوبند کے اثرات بعض مستقل علمی خانوادوں پر بھی پڑے۔ اس سلسلے میں پنجاب کے غزنوی خاندان اور یو۔پی کے بعض اہل حدیث علماء کے نام لئے [illegible] ریشا [illegible] اپنی ایک [illegible] روایت رکھتا ہے۔ اس کی فکر و جذبات کا پیمانہ بہت بلند ہے۔ وہ دین اور ملت کی خدمت گزاری کی عظیم الشان تاریخ میں اپنا امتیاز رکھتا ہے۔ اس طرح لدھیانہ کا خانوادہ علمی جس کے آخری دور کے ورثاء علم و عمل میں مفتی محمد نعیم اور مولانا حبیب الرحمٰن کے سے اصحاب عزیمت دعوت گذرے ہیں۔ اس سلسلے میں مولانا ابوالکلام آزاد کا نام بھی لیا جا سکتا ہے جو ایک مستقل حیثیت کے مالک ہیں۔ وہ اپنی زندگی اور افکار کی تعمیر میں اپنے والد کی فکری و علمی شخصیت کے بھی رہین منت نہیں ہیں۔ بلاشبہ انہوں نے اپنے والد کی سیرت کے کچھ اچھے نقوش کو اپنایا لیکن دارالعلوم دیوبند اور اکابر دیوبند کی عظمت اور حضرت شیخ الہندؒ کی سیرت سے بھی متاثر تھے۔

بیسویں صدی کی ایک بڑی علمی شخصیت علامہ سید سلیمان ندوی کی تھی۔ انہیں ندوۃ العلماء کا فرزند عظیم کہنا چاہیئے لیکن دارالعلوم دیوبند کے دائرۂ اثر سے وہ بھی باہر نہ رہے۔ وہ مولانا اشرف علی تھانویؒ سے سلسلۂ بیعت میں منسلک اور مجاز بیعت و ارشاد تھے۔ یہ مولانا تھانویؒ کا فیضان نظر کہیئے یا مکتب دیوبند کی کرامت کہ اس تعلق بیعت کے بعد ان کے خیالات میں انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ معراج روحانی کے اثبات میں ان کے پاس عقل و منطق کے استدلالات کی کمی نہ تھی۔ وہ روایات کا سہارا لے سکتے تھے۔ بعض صحابہؓ اور علماء و حکماء کے اختلافات سے اپنے مقدمہ کو مستحکم کر سکتے تھے، لیکن ان کی روح سعید و قلب سلیم نے کمزور بنیادوں پر افکار کی تعمیر گوارا نہ کی اور اسی مسلک کو اختیار کیا جو دیوبند کے علماء حق کا مسلک تھا اور مولانا تھانویؒ کے فیضان فکر و نظر نے جس کی طرف رہنمائی کی تھی۔

اسکے ... اور مولانا عبدالماجد دریا بادی کا نام ... ان کی عقیدتوں اور ارادتوں کے رشتے اکابر دیوبند سے ہمیشہ استوار رہے۔ موجودہ شخصیتوں میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی نامور شخصیت ہے۔ ان کا تعلق رائے بریلی کے اس خانوادۂ علم و عرفان سے ہے جس کے ارادت مندوں اور فیض یافتگان نے دارالعلوم دیوبند کی بناء تعمیر میں حصہ لیا تھا۔ ان کے خاندان میں علم و دین کی ایک خاص روایت رہی ہے۔ وہ خود دعوت و ارشاد کے سلسلے کی ایک اہم شخصیت ہیں۔ ان کے خاندان میں علم و دین، سیرت و اخلاق اور عرفان و تصوف کا کون سا سرمایہ نہ تھا جس کے لیے وہ دوسروں کے محتاج ہوتے، لیکن علمائے دیوبند سے ان کی عقیدت و ارادت معلوم ہے اور علوم قرآنی میں حضرت شیخ الہندؒ کے جانشین حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ کی تعلیم و تربیت اور سیرت کی جھلک آں محترم کی فکر و سیرت میں دیکھی جا سکتی ہے۔

علمی خدمات

علمی خدمت کے میدان میں بھی دیوبند اور اس کے فرزندوں نے کام ہی نہیں کیا، کارنامے انجام دیئے ہیں۔ یہ علمی خدمات شخصی طور پر بھی انجام دی گئیں اور منظم علمی اداروں کی صورت میں بھی دارالعلوم دیوبند نے بلندپایہ اہل قلم، مصنف، شاعر، صحافی اور مختلف علوم و فنون کے ماہرین پیدا کیے۔

مفسرین و مترجمین قرآن کے سلسلے میں سب سے پہلا نام حضرت شیخ الہندؒ کا آتا ہے۔ آپ کے شاگردوں میں کئی حضرات ایسے گزرے ہیں جن کا شمار بلندپایہ مفسرین میں ہوتا ہے۔ ان میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، مولانا عبیداللہ سندھیؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ اور بواسطہ اشرف علی تھانویؒ، مولانا عبدالماجد دریابادی

... مفسرین میں ...

یہ تمام مفسرین اپنی تفسیری خصوصیات کی بنا پر مفسرین میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ مولانا سندھیؒ اور حضرت تھانویؒ تو گویا مستقل تفسیری دبستان کے بانی ہوئے ہیں۔

عام اہل قلم میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مفتی اعظم مفتی کفایت اللہؒ، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ وغیرہ ایسے اصحاب علم و اہل قلم ہیں جنہوں نے اپنے

بانیانِ دیوبند نے دینی تعلیم کا ایسا جذبہ پیدا کیا جس کے باعث ملک کے طول و عرض میں کئی مدارس قائم ہو گئے۔

افکار اور تحقیقات سے اردو کے دینی و تاریخی لٹریچر میں بیش بہا اضافہ کیا ہے۔ صحافیوں میں مولانا شائق احمد عثمانی (ایڈیٹر عصر جدید کلکتہ) اور مولانا محمد عثمان فارقلیط (ایڈیٹر الجمعیۃ دہلی) اور شاعروں کی صف میں مولانا تاجور نجیب آبادی کے سے نامور صحافی اور شاعر گزرے ہیں۔ لاہور کے زمانہ قیام میں مولانا تاجور نجیب آبادی کی معرکہ آرائیاں تاریخ ادب اردو کا نہایت دلچسپ باب ہیں۔ مصلحین امت میں مولانا اشرف علی تھانویؒ مولانا احمد علی لاہوریؒ، محققین و مفکرین اور محافظین ناموس رسالت میں مولانا انور شاہ کاشمیریؒ کی سی نابغۂ روزگار شخصیات گزری ہیں۔ مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی مرحومین اور ملک کے نامور خطیب ہوئے ہیں۔ قاری محمد طیب صاحب کا شمار بھی پاک و ہند کے بلندپایہ خطیبوں میں ہوتا ہے۔

علمی و مجلاتی صحافت کے میدان میں تو دیوبند کی خدمات کا پیمانہ بہت ہی بلند رہا ہے۔ الرشید، القاسم، دارالعلوم وغیرہ رسائل تو دیوبند سے شائع ہوئے۔ اس کے فرزندوں نے ملک کے طول و عرض میں اردو، عربی وغیرہ کے جو رسائل نکالے ان کی فہرست مرتب کرنے کی طرف ابھی شاید کسی نے توجہ نہیں کی۔ دیوبند کی خدمات کا یہ ایک اہم پہلو ہے۔ رسائل و جرائد کے ذریعے وقت کے اہم دینی، معاشی، سیاسی مسائل پر نہایت بلندپایہ لٹریچر فراہم ہوا ہے۔ بلندپایہ علمی، تاریخی اور تحقیقی مقالات لکھے گئے۔ تہذیب و ثقافت اور دور جدید کے بے شمار مسائل پر فکر انگیز مضامین کا ذخیرہ فراہم ہوا۔

آج بھی برصغیر پاک و بھارت میں اگر بلند ترین علمی و تحقیقی اور دینی مجلات کی ایک مختصر فہرست تیار کی جائے تو سرفہرست نام برہان دہلی، الحق اکوڑہ خٹک اور بینات و البلاغ کراچی ہوں گے۔

علمی و تحقیقی اداروں کا قیام

دارالعلوم دیوبند میں اور اس کے باہر اس کے فرزندوں نے حالات وقت کے مطابق بلندپایہ علمی و تحقیقی ادارے بھی

قائم کیے، اور اب تو تقریباً تمام دینی مدارس میں تحقیق اور تصنیف و تالیف اور مجلات کے مستقل شعبے قائم ہو چکے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی بے شمار اور اہم خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے فارغ التحصیل ایسی ذہنی و فکری تربیت سے آراستہ ہوتے ہیں جو کسی راہ میں صرف مقلدانہ کام فرسائی پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ حالات و وقت کے مطابق اپنی راہ آپ پیدا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حالات و وقت کا جوں جوں تقاضا ہوا، علمی ادارے بھی قائم ہوتے گئے اور رسائل و جرائد کا اجرا بھی عمل میں آتا گیا اور اس کے فرزند علم و عمل کے مختلف میدانوں میں ملت کی خدمت کی راہیں خود تلاش کرتے گئے۔ دارالعلوم کے اندر تصنیف و تالیف کے شعبہ کے علاوہ کئی اکیڈمیاں قائم ہیں۔ ان میں سے ایک مجلس معارف القرآن ہے۔ دارالعلوم سے باہر ندوۃ المصنفین (دہلی) دارالعلوم کے فرزندوں کا کارنامہ ہے۔ مجلس علمی (ڈابھیل حال کراچی) اسی سلسلے کے تحقیق اور تصنیف و تالیف کا ذوق رکھنے والوں نے قائم کیں۔ انجمن خدام الدین اپنے تمام شعبوں کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کے عظیم شاگرد مولانا احمد علی لاہوریؒ کے دینی و ملی خدمت گزاری کے جذبات کی آئینہ دار ہے۔ بیت الحکمت کے نام سے مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ایک ادارہ قائم کیا تھا جس کا مرکز دہلی اور اس کی شاخیں کراچی، پیر جھنڈا، خانپور لاہور میں قائم کیں۔ ان کے تحت بعض اہم تصانیف شائع ہوئیں۔ ان کے علاوہ تبلیغی و اشاعتی ادارے ہیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔

بحیثیت مجموعی علوم و معارف دینی میں تو دارالعلوم کو خاص امتیاز حاصل ہی تھا۔ دیگر علوم و فنون کے مختلف میدانوں میں بھی انہوں نے نمایاں مقام حاصل کیا۔ قرآن کے متعلق مختلف علوم میں، حدیث کے متعلق مختلف میدانوں میں، فقہ میں مقلدانہ اور نقل[illegible] ہی کی بنا پر نہیں بلکہ مجتہدانہ نظر و بصیرت کی بنا پر بھی ان کے امتیاز و اختصاص کو دینی و علمی حلقوں میں تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ امتیاز دیوبند کی تاریخ ماضی ہی کا نہیں بلکہ آج تک اس کا یہ امتیاز قائم ہے۔

سیاسی خدمات

اکابر دارالعلوم نے ہمیشہ اور ہر دور میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود، ملت کے قیام ملک کی آزادی اور ترقی کی ہر تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور خواہ مسلمانوں کے مصالح ہوں یا تمام برادران کے مشترکہ مفاد کی جدوجہد ہو۔ انہوں نے کبھی ملت کی بہی خواہی اور خدمت خلق کے کاموں میں اپنے آپ کو کسی سے پیچھے نہیں رکھا۔ ملک کی آزادی کی جدوجہد میں وہ کسی دوسری جماعت کے نہ مقلد تھے نہ پیرو۔ تحریک اصلاح و جہاد کے زمانے سے ان کے بزرگوں نے قیام ملت اور ملک اور تمام برادران وطن کی آزادی اور فلاح و بہبود کا جو نصب العین اپنے سامنے رکھا تھا وہ اسی کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس میں اپنوں اور بیگانوں سے اختلاف و اتحاد کے مرحلے پیش آتے رہے، لیکن انہوں نے نہ کسی پر بھروسہ کیا نہ کسی کا انتظار، وہ تمام باتوں سے بے نیاز آگے بڑھتے رہے۔

برصغیر کی جنگ آزادی کے ابتدائی دور سے لے کر آج تک ان کے سامنے تحریک خلافت، تحریک ترک موالات، تحریک جہاد، تحریک ہجرت، تحریک پاکستان اور تقسیم برصغیر کے بعد بھارت میں مسلمانوں کے اوقاف، تاریخ و ثقافت کے آثار، تعلیم، اردو اور سندھ زبان مسلمانوں کی سیاسی رہنمائی اور ان کے حقوق کی جدوجہد کے بے شمار مسائل پیدا ہوئے۔ پاکستان میں تحریک ختم نبوت اور جمہوریت کے قیام اور اسلامی دستور [illegible] تحریک اخلاق، اشاعت تعلیم و تبشیر تحریکات تھیں۔ ان میں دارالعلوم کے فرزندوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور حالات و وقت کے مطابق ان تمام تحریکات و مسائل میں دین کی تعلیمات حقہ کے مطابق مسلمانوں کی بہترین رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔

۱۳۲۷ھ (۱۹۰۹ء) جمعیۃ الانصار دیوبند اور ۱۹۱۹ء میں جمعیۃ علمائے ہند کے آغاز کے قیام سے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں منظم طور پر حصہ لیا۔ اکابر کی ایک جماعت نے جمعیۃ علمائے اسلام کے قیام سے ایک دوسرے انداز سے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کیا اور تحریک پاکستان کو تقویت دی۔ آزادی کی راہ میں ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ قید و بند کی سختیاں جھیلیں، مال و متاع کا نقصان برداشت کیا۔ تجارت و ملازمت کو اس راستے میں قربان کر دیا اور اس جماعت کے ایک ایک فرد نے اتنی قید و بند اور اتنا نقصان برداشت کیا کہ مسلم لیگ کے تمام رہنماؤں نے مجموعی طور پر بھی نہ اتنی قید کاٹی ہوگی نہ اتنا نقصان برداشت کیا ہوگا۔ دارالعلوم دیوبند نے اپنے وابستگان سے مجاہدین حریت کی ایک ایسی جماعت پیدا کر دی جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

ادبی و لسانی خدمات

اردو زبان کے باب میں بھی اکابر دیوبند کی خدمت کا پیمانہ نہایت بلند رہا۔ اردو کو آسان بنانے، بول چال کی زبان سے اسے ہم آہنگ کرنے اور ایک علمی زبان کا رتبہ دینے میں سرسید کی خدمات بلاشبہ قابل قدر ہیں۔ سرسید کی پیدائش کا سال ۱۸۱۷ء ہے۔ حضرت شاہ رفیع الدین کا سال وفات بھی یہی ہے۔ شاہ عبدالقادر کا انتقال اس سے تین سال قبل یعنی ۱۸۱۴ء میں ہو

مولانا امیر الزمان خان کشمیری پر قاتلانہ حملہ

حملہ آوروں کی عدم گرفتاری

عوامی حلقوں کا شدید ردعمل

۱۴ر جون بروز جمعۃ المبارک سردار عبد القیوم خان کے گاؤں کے متصل ہی دھیر کوٹ (خاص تھٹھار کوٹ) کے مقام پر ایک مسجد کی انتظامیہ کی دعوت پر آزاد کشمیر کے ممتاز عالم دین، آزاد کشمیر زکوٰۃ کونسل کے رکن، جمعیۃ علماء آزاد جموں و کشمیر کے جنرل سکریٹری اور مدرسہ عربیہ کاسم العلوم نعمان پورہ باغ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا امیر الزمان خان فاضل دیوبند اور مدرسہ تعلیم القرآن باغ کے مہتمم مولانا حافظ عبد اللہ وہاں تشریف لے گئے۔ نماز جمعہ کی پہلی اذان کے بعد مولانا امیر الزمان خان جمعہ کی تقریر کرنے ممبر پر بیٹھے اور ابھی قرآن پاک سے کر چند آیات تلاوت کیں۔ اس کے بعد تلاوت کردہ آیات کی تشریح شروع ہی کی تھی کہ حملہ آور مسجد میں گھس آئے۔ مولانا نے انہیں خاموش رہنے کی تلقین کی۔ لیکن انہوں نے ایک بھی نہ سنی اور آگے بڑھ کر مولانا پر لاٹھیاں برسانی شروع کر دیں۔ مولانا امیر الزمان خان کو لہو لہان کر دیا۔ مولانا بیہوش ہو کر گر پڑے۔ ان کے سر چہرے اور دونوں آنکھوں پر شدید چوٹیں آگئیں شدید زخموں کی وجہ سے وہ بیہوش ہو گئے

بہر حال مولانا امیر الزمان خان شدید زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ ان کے ساتھی مولانا حافظ عبد اللہ کو بھی سر پر سخت چوٹ آگئی۔ بعد میں مقامی افراد کے تعاون سے ایک چارپائی میں مولانا امیر الزمان خان کو ڈال کر تھانہ دھیر کوٹ لے جایا گیا۔ تھانہ والوں نے بھی لاپرواہی کا ثبوت دیا۔ اس کے بعد مولانا امیر الزمان خان اور مولانا حافظ عبد اللہ کو باغ ہسپتال لایا گیا۔ یہاں آنکھ کا ڈاکٹر نہیں تھا۔ اس لئے مولانا حافظ عبد اللہ تو باغ میں ہی رہ گئے البتہ مولانا امیر الزمان خان کو اسی دن مظفر آباد لے جایا گیا۔ مظفر آباد سی ایم ایچ میں بھی آنکھوں کا ڈاکٹر نہ ملا تو انہیں ایبٹ آباد بھیجا گیا۔ وہاں معائنہ کرا کر واپس مظفر آباد لایا گیا۔ اس دن سے ابھی تک مولانا امیر الزمان خان سی ایم ایچ مظفر آباد میں زیر علاج ہیں۔ دونوں آنکھوں میں زبردست چوٹ آنے کی وجہ سے نظر میں بھی کافی فرق آگیا ہے، بلکہ شاید نظر ضائع ہی ہو گئی ہو۔

اس لئے کشمیری عوام کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ وہ غلام یٰسین شاہ اور اس کے پروردہ غنڈوں کو پکڑ کر ان سے دوسرے بڑے سرغنوں کی نشاندہی کرا کر تمام شرپسندوں کو سخت ترین سزا دے تاکہ آئندہ کوئی بدبخت ایسی ناپاک حرکت و جسارت نہ کر سکے۔

جمعیۃ علماء آزاد جموں و کشمیر

حلقہ کراچی ۸ر جولائی ۸۰ء

مکرمی و محترمی جناب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی!

ا۔ ہم اہلیان کشمیر حال مقیم کراچی ۱۴ر جون کو دھیر کوٹ کے مقام پر آزاد کشمیر کے ممتاز عالم دین

آزاد کشمیر زکوٰۃ کونسل کے رکن جمعیت علماء آزاد جموں و کشمیر کے جنرل سیکرٹری اور مدرسہ عربیہ قاسم العلوم نعمانپورہ باغ کے بانی و مہتمم حضرت مولانا امیرالزماں خان مدظلہ اور مدرسہ تعلیم القرآن باغ کے ناظم اعلیٰ مولانا حافظ عبداللہ پر دھیر کوٹ کے بدنام زمانہ غلام یٰسین شاہ اور اس کے پروردہ غنڈوں کی طرف سے مسجد کے اندر کیے گئے قاتلانہ حملے کی شدید مذمت کر [illegible]

۲۔ آپ جانتے [illegible] اس شخص کا پرور[illegible] قبل باغ کے ایک [illegible] حافظ میں آزاد کشمیر کی موجودہ حکومت کو ہری سنگھ کی حکومت قرار دیا تھا۔

۳۔ آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ جس مسجد میں ہنگامہ ہوا ہے وہاں ایک سال سے مدرسہ عربیہ قاسم العلوم نعمانپورہ باغ کے [illegible] مسجد کی انتظامیہ کی دعوت پر مولانا امیرالزماں قبل ازیں بھی اس مسجد میں تشریف لا چکے ہیں۔ یہ کوئی پہلا موقع نہیں تھا کہ ان کو حملہ آور تصور کیا جائے۔ اگر یہی بات ہو تو آزاد کشمیر کے مختلف علاقوں میں پاکستان کے مقررین جاتے ہیں تو کیا انہیں بھی حملہ آور تصور کیا جا سکتا ہے؟

جامعہ عثمانیہ لاہور ترقی کی راہ پر

رمضان ۱۴۰۰ھ سے جامعہ عثمانیہ کا دوسرا سال شروع ہو گیا۔ الحمدللہ کہ گذشتہ سال ۷۰ طلبہ نے کتب درسیہ پڑھیں۔ منتظمین حضرات نے مدرسہ میں توسیع کی اجازت دیدی ہے۔ بنا بریں اس سال ۲۵ طلبہ کی گنجائش ہے جنکے قیام و طعام اور دوسری مروجہ مراعات کا مدرسہ ضامن ہے۔ لہٰذا درس نظامی کے متوسط اور موقوف علیہ پڑھنے کے خواہشمندوں کو مشورہ ہے کہ ۱۰ شوال سے تک بذریعہ خط یا ملاقات رابطہ قائم کریں۔

اس مرتبہ دو نئے محنتی مدرس بھی مقرر ہوئے ہیں۔ مولانا خادم حسین صاحب شجاع آبادی اور مولانا عبدالرؤف صاحب ہزاروی

المعلن: خلیل الرحمٰن خطیب جامع مسجد اے بلاک ناظم و صدر مدرس جامعہ عثمانیہ، ماڈل ٹاؤن :: لاہور

منجانب: اسلامک ٹرسٹ ماڈل ٹاؤن لاہور

مدرسہ مظاہر العلوم (رجسٹرڈ) کوٹ ادو

ضلع مظفر گڑھ میں

فون: ۷۹

دورۂ حدیث شریف کا سال دوم

چودہ مدرسین ● چھ صد مقامی و مسافر طلباء ● قرآن مجید حفظ و ناظرہ تا دورۂ حدیث تعلیم

کھلی اور بہترین عمارت ● قیام و طعام و دیگر مناسب ضروریات کا مدرسہ کفیل، ● ۴۰ روپیہ ماہانہ وظیفہ

وفاق المدارس سے الحاق ● تقریباً دو لاکھ روپیہ نقد اور چار صد من گندم سالانہ خرچ

حاشیہ کریما سعدی رحمۃ اللہ علیہ — از: مولانا محمد اشرف صاحب مدرس مظاہر العلوم کوٹ ادو

سابقہ حواشی سے ممتاز، ضبطِ حرکات کا خاص خیال، مشکل مقامات اور ترکیب کا عام فہم حل، مبتدی مدرسین کے لئے خاص تحفہ، منگوانے کا پتہ

ادارہ دار الکتابت مدرسہ مظاہر العلوم کوٹ ادو،

۱۴- [illegible]

تو ز[illegible]

سے مظلوم کا حق دبانا ہے۔

۱۴- نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خلافت راشدہ اور اس کے بعد کے دور تک تمام اسلامی سربراہانِ مملکت نے مریض و مظلوم کی عیادت و حمایت کی ہے۔ کیا آپ نے کبھی ہسپتال میں جا کران بزرگوں کی عیادت کی ہے؟

۱۴- علماء کرام کے ساتھ اس قسم کا سلوک اللہ تعالیٰ کو پسندیدہ نہیں ہے

ہم ہیں آپ سے مطالبہ کرنے والے:

۱- مولانا محمد طیب کشمیری
۲- " محمد یوسف مظفر آبادی
۳- " عبدالرحمٰن "
۴- " منیب الرحمٰن "
۵- " محمد یونس میرپوری
۶- سردار جعفر علی خان باغ
۷- قاضی سلیمان خان "
۸- مولانا عبدالحفیظ انور "

[illegible] عثمانی مظفر آباد

[illegible] منگ

[illegible] اللہ شاہ باغ

۱۲- الحاج مولانا نور محمد بھیرہ
۱۳- مولانا عبدالرشید کوٹلی
۱۴- اظہر کاشمیری چناری
۱۵- ایم ایم قاسم ایڈووکیٹ منگ
۱۶- محمد ظہیر باغ

بقیہ: رواں دواں

جاتی ہے۔ اس میں قصور کس کا ہے؟ یہ تو خود حکومت جانتی ہو گی کہ صحافیوں کو دعوت نامے جاری کرنے کے اختیارات کس کو تفویض کر رکھے ہیں۔ اکثر و بیشتر تو سرکاری تقریبات میں شرکت کرنے والے صحافیوں کی فہرست میں ایسے ایسے نام بھی سننے کو ملتے ہیں کہ جن کے رسائل مدت سے سرد خانے میں پڑے ڈمیوں میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ اور اب ان کے کرتا دھرتا دوسرے کاروبار سے منسلک ہو چکے ہیں۔ بعض نام تو ایسے ہیں کہ جن کو عوام کی سطح پر کوئی جانتا بھی نہیں۔

اس کے برعکس (معدودے چند رسائل کو چھوڑ کر) (ESTABLISH) رسالوں کے مدیران کو گمنامی میں رکھا جا رہا ہے۔ اسی طرح ریل کے کرایے کی رعایت کے سلسلے میں بھی یہی صورتحال حال ہے۔

انجمن مدیران جرائد اور انجمن صحافیانِ پاکستان کے انتخابات میں بھی اکثر رسالوں کے صحافیوں اور مدیروں کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا۔ مذکورہ ہر دو اداروں اور حکومت کے ذمہ دار حلقوں سے درخواست ہے کہ اس ناانصافی کا تدارک کیا جائے۔

ایجنسی ہولڈر
بلوں کی ادائیگی
اگست کی دس تاریخ
تک کر دیں۔ (ادارہ)

تعلیم و تربیت کے میدان میں عظیم انقلاب

مدرسہ رحمانیہ سراجیہ کا اجرا

سرپرست: پیر طریقت حضرت مولانا خان محمد مدظلہ کندیاں شریف — حضرت مولانا محمد عبداللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال

حدیث شریف میں ہے کہ بہترین صدقہ نیک اولاد ہے۔ اسی لئے ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمارا سب سے پہلا اور سب سے عظیم کام اولاد کی صحیح دینی تعلیم و تربیت ہے۔ اس عظیم مقصد کے پیش نظر ہم نے ابتدائی طور پر تقریباً تین لاکھ کے تخمینہ سے کام شروع کر دیا ہے جس کی ابتدا ایک عظیم مسجد سے ہو رہا ہے۔ اس میں بچے۔ بچیوں کے لئے ایک دینی درسگاہ اور لائبریری قائم کرنا ہے۔
علاقے کے بچے۔ بچیوں کی قرآن مجید کی تعلیم شروع ہو چکی ہے لہٰذا اہل شہر اپنے بچوں کو اس دینی درسگاہ میں قرآن مجید کی تعلیم کے لئے بھیجیں۔

دیگر شعبہ جات: { تعلیم بالغاں کالج کے طلبہ کے لئے اسلامیات کی بلا فیس تیاری، وعظ و تذکیر۔ دار المطالعہ و دیگر اصلاحی امور۔

فوری ضرورت: { دو تین درسگاہیں۔ لاؤڈ سپیکر، نلکا۔ بجلی کی موٹر غسل خانے کے لئے فوری اعانت کی اپیل ہے۔ مخیر حضرات اس دینی ملی کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں اور عند اللہ اور عند الناس ماجور ہوں۔

وضاحت { میاں چنوں کی نیک سیرت خاتون محترمہ رحیدہ عزیز نے بتوسط محترم حاجی محمد عبداللہ صاحب جو زمین دی تھی اس میں سے ۱۱۵۰۰/- روپے زمین بیچ کر مدرسہ پر لگا دیئے گئے ہیں۔

خادم العلم و العلماء: عبدالحق عابد مدرسہ رحمانیہ سراجیہ شہید روڈ، میاں چنوں ضلع ملتان

بھارتی حکومت کا احتجاج اور مسلمان

صحافیوں کے ایک خاص طبقے پر عنایات کیوں؟

گذشتہ دنوں بھارتی حکومت نے پارلیمنٹ میں بنگلہ دیش حکومت سے احتجاج کیا کہ بنگلہ میں ہندو اقلیت پر ظلم و تشدد بند کرایا جائے جبکہ اس کے جواب میں بنگلہ دیش حکومت نے کہا کہ بنگلہ دیش میں اقلیت محفوظ ہے۔

بھارتی حکومت کے اس احتجاج پر نہ صرف پاکستان بلکہ تمام عالم اسلام کو حیرت ہونی چاہیئے کہ ۵۰ برس سے بارہ کروڑ مسلمانوں پر ظلم و بربریت کا بازار گرم رکھنے والے بھارت کو بنگلہ دیش میں ہندو اقلیت پر ظلم و تشدد کتنی جلد نظر آگیا۔

احتجاج کرتے وقت اندرا حکومت نے اپنے گریبان میں نہیں جھانکا کہ تری پورہ آسام اور میزورام میں غیر قبائلیوں خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ کتنا ظلم ہو رہا ہے۔ لاتعداد افراد بے دردی سے موت کے گھاٹ اتارے جا رہے ہیں۔ لاکھوں بے گھر ہو چکے ہیں۔ عزت و ناموس کا سرعام نیلام ہو رہا ہے۔ اس موقع پر بھارتی حکومت نے اقلیتوں کے ساتھ رونما ہونے والے وحشیانہ ظلم سے چشم پوشی کیوں کی؟ آئے دن حیدرآباد، احمد آباد، علی گڑھ، میرٹھ میں مسلمانوں کے ساتھ خون آشام واقعات دہرائے جاتے ہیں۔

بھارتی حکومت نے مذکورہ ظلم و بربریت کے خلاف ہونے والے احتجاج کو کبھی درخور اعتنا نہیں سمجھا۔ عالمی امن کے ٹھیکیدار بھارت کو دوسرے کی آنکھ میں تنکا تو کوئی لمحہ ضائع کئے بغیر نظر آجاتا ہے، مگر اپنی آنکھ کا شہتیر وہ آج تک دیکھ نہیں پایا۔ یہی وجہ ہے کہ بھارت میں بھارتی مسلمانوں کی غیر یقینی صورتحال کے باعث بھارتی مسلمان جب اپنے اعزا و اقربا سے ملنے پاکستان آتے ہیں تو ان کی بڑی تعداد کسی نہ کسی طرح پاکستان میں قیام کر لیتی ہے۔ جبکہ بھارت جانے والے پاکستانیوں کو مدت قیام پوری ہونے کے بعد ایک لمحہ بھی بھارت میں رہنے کی اجازت نہیں۔ اس کے برعکس بھارتی حکومت واویلا کرتی ہے کہ پاکستانی بھارت میں مستقل قیام کر لیتے ہیں۔ بھارتی واویلا ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ بھارت میں قیام کا میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جن علاقوں کا ویزہ سفارت خانہ جاری کرتا ہے، اس کے علاوہ جانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ اتنی سختیوں کے ہوتے ہوئے کتنے پاکستانی ہیں جو بھارت میں مستقل قیام کر لیتے ہیں یا کر سکتے ہیں؟ حقیقت تو یہ ہے کہ بھارت میں بسنے والے مسلمانوں کی ابتر حالت انہیں مجبور کرتی ہے کہ وہ اپنے پڑوسی اور ہم مذہب ملک پاکستان میں کسی نہ کسی طرح نقل مکانی کریں۔ ان حالات کے ہوتے ہوئے بھارتی حکومت کا بنگلہ دیش حکومت سے ہندوؤں کے بارے میں احتجاج کرنا عجیب سا محسوس ہو رہا ہے

✻

وفاقی حکومت اور صحافیوں کے درمیان کسی نہ کسی موقع پر وقفے وقفے سے ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اکثر و بیشتر تو خود صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق ملاقات کرتے ہیں۔ ہمیں اس سے غرض نہیں کہ ان ملاقاتوں میں کیا کیا موضوع زیر بحث آتے ہیں۔ اور کیا نہیں آتے۔ شکایت صرف یہ ہے کہ ملاقات کے لئے بلائے جانے والے صحافی حضرات صرف چند مخصوص رسائل و اخبارات سے تعلق رکھتے ہیں؛ اور ہم یہ کہے بغیر بھی نہیں رہیں گے کہ "مخصوص صحافیوں" میں صرف وہی شامل ہوتے ہیں جو یا تو حکومت پر تعمیری تنقید نہیں کرتے یا پھر بالکل مخالفت بھی نہیں کرتے۔

علاوہ ازیں سرکاری تقریبات میں بھی گنے چنے اور مخصوص صحافیوں کو دعوت دی

ارشاد احمد دیوبندی

ہو مبارک مومنو پھر آگیا ماہِ صیام

یاایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

مسلمان حقیقی روزہ دار بن کر تاریخ کا رُخ پلٹ سکتے ہیں

سابقہ شمارہ میں اس احقر راقم عفا اللہ عنہ نے صیام رمضان المبارک سے متعلق چالیس احادیث نبوی کا انتخاب کرکے پیش خدمت کرنے کی سعادت عظمیٰ حاصل کی تھی ان چالیس احادیث میں تقریباً صیام رمضان المبارک کی اہمیت اور مسائل کی وضاحت موجود ہے۔ آج کی صحبت میں بھی روزوں کی اہمیت سے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں چند ہدایات کا ذکر کرتا ہوں۔ حقیقت میں سال بھر کے شب و روز ان بزرگ ہستیوں کے لئے تو برابر ہیں جنکا نظریہ ہے کہ:
"جو دم غافل سو دم کافر"

یعنی ایک ساعت بھی وہ اپنے رب سے غافل نہیں رہتے، اگر عام لوگوں کے لئے سال کے ان بارہ مہینوں میں سے "ماہ صیام" کو ایک امتیازی اور انفرادی حیثیت حاصل ہے کہ خدا کی رضا اور خوشنودی کے لئے دن بھر حلال وطیب اشیاء کا ترک کر دینا بھی ضروری ہے اور رات کو قرآن کریم سننے اور پڑھنے کی مبارک محفل جسے ہم تراویح کی صورت میں ادا کرتے ہیں، یہ نیکی اور پاکیزگی کی وہ راتیں ہیں جو عشاق کو سال بھر پھر نصیب نہیں ہوتیں" اور یہ قاعدہ ہے کہ جس چیز کی اسلام میں اہمیت ہے اس کے ادا کرنے والے کو معمول سے کئی گنا زیادہ ثواب ملتا ہے، تو اس کے تارک کو گناہ بھی اس حساب سے کئی گنا زیادہ ملتا ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رہے کہ روزہ صرف کھانے پینے کے ترک کر دینے کا کام نہیں اس لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

" کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جن کے پلے اپنے روزے سے صرف بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں پڑتا۔" اور ایک دوسری روایت میں بھی اسی مضمون کو یوں فرمایا کہ:

"جس کسی نے روزے کی حالت میں بھی جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا ترک نہیں کیا وہ اچھی طرح جان لے کہ اللہ تعالےٰ کو اس بات کی کوئی ضرورت نہیں کہ وہ شخص (مفت میں) اپنا کھانا پینا چھوڑ دے۔"

نیز حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت بخاری شریف میں ان الفاظ میں مذکور ہے
الصیام جنة فلا یرفث ولا یجھل وان امرؤ قاتله او شاتمه فلیقل انی صائم مرتین روزہ (عذاب الٰہی کے لئے) ڈھال ہے، لہٰذا روزہ دار کا فرض ہے کہ فحش بات نہ کہے، جہالت نہ کرے اور اگر کوئی شخص اس سے (روزہ دار سے) لڑے یا گالی دے تو روزہ دار اس کو دو مرتبہ کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔ میں روزہ سے ہوں۔ پھر فرمایا:
والذی نفسی بیدہ لخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک قسم ہے اس ذات مقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو (جو خشکی کے باعث اکثر ہو جاتی ہے) اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ بہتر ہے (اس لئے کہ) یترک طعامه وشرابه وشهوته من اجلی الصیام لی

وانا اجزی بہ والحسنة بعشر امثالہا۔ (بخاری شریف) روزہ دار میرے ہی لئے اپنا کھانا پینا اور اپنی خواہش میرے لئے چھوڑ دیتا ہے، روزہ میرے ہی لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ ہوں۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے (لیکن روزے کا اس سے بھی زیادہ ملے گا)۔ اور تجربہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ اس ماہ مقدس میں ہر آدمی صفائی، درستگی کی جانب زیادہ مائل دکھائی دیتا ہے۔ یہاں تک کہ فسق و فجور کے عادی مجرم بھی ارتکاب گناہ میں تامل سے کام لیتے ہیں۔ اس پورے ماہ مبارک میں بھینی بھینی خوشبو عجیب قسم کی مستی میں مسرور رکھتی ہے۔ یہ روح پرور کیفیت روزہ ہی کی بدولت نصیب ہوتی ہے۔ روزہ ہی ایک ایسی عبادت ہے کہ جمیع سابقہ امم میں بھی اس کا تصور ہی نہیں کامل و مکمل طور پر اسی شان علو کے ساتھ موجود رہا ہے۔ فرمان الٰہی بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ فرمایا:

"اے ایمان والو پہلے لوگوں کی طرح تم پر بھی روزہ فرض کیا گیا ہے تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو سکے۔ (القرآن)

اس آیت قرآنی سے یہ بات یقینی طور پر واضح ہوتی ہے کہ روزہ کا حکم سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور مقدس اور تا قیام قیامت برابر جاری تھا، جاری ہے اور جاری رہے گا، اگرایام کے تعین میں ذرا اختلاف ہے۔ حضرت شیخ التفسیر سیدنا مولانا لاہوریؒ اس آیت کی تشریح یوں فرماتے ہیں کہ:

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت میں بھی روزہ اسی طرح رکھا جاتا تھا کہ روزہ کے دن کھانا پینا اور عورتوں سے صحبت کرنا حرام تھا۔ روزہ کا یہ طریقہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰؑ کی شریعت تک یوں ہی رہا۔ چنانچہ ابتدا میں جب مسلمانوں کی شرائط کا انہ... کی طرح روزہ ... بعد سونے سے پہلے پہلے کھانے پینے وغیرہ سے فراغت پا لیتے۔ سونے کے بعد پھر دوسرا روزہ شروع ہو جاتا۔ کچھ عرصہ کے بعد احل لکم لیلة الصیام الخ ۔۔۔ والی آیت نے اس طرز کو منسوخ کر دیا البتہ علم تاریخ کی ورق گردانی کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روزہ کے اوقات ہر ملت میں علیحدہ علیحدہ تھے۔ مثلاً آدم علیہ السلام پر ہر مہینے کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو روزہ فرض تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام ہمیشہ روزہ دار ہوتے تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے، ایک دن افطار کرتے اور یہود پر عاشورہ اور ہر سنیچر کے علاوہ چند دن اور بھی فرض تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے تھے۔ نصاریٰ پر دراصل رمضان المبارک کے روزے فرض تھے، لیکن جب انہیں سخت گرمی اور سردی کے روزے میں دقت محسوس ہوئی تو یہ فیصلہ کیا کہ موسم ربیع میں بجائے تیس کے پچاس رکھا کریں گے۔ روزہ دراصل ایک ایسی لطیف عبادت کا نام ہے جس میں کسی قسم کی نمود و نمائش یا ریا کاری وغیرہ کا شائبہ تک بھی پیدا نہیں ہو سکتا، اسی لئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ میں ریا کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ روزہ کی اہمیت اس بنا پر بھی ہے کہ روزہ انسان کے اندر بفرمان قرآن کریم تقویٰ کی مطلوبہ صفت پیدا کرنے کے لئے لازمی، ضروری بلکہ ناگزیر ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ روزہ کے بغیر تقویٰ پیدا ہو ہی نہیں سکتا تو بجا ہے۔ اسی تقویٰ کے مفہوم کی مزید تشریح حضرت شیخ الہندؒ یوں فرماتے ہیں۔

"یعنی روزہ سے نفس کو اس کی مرغوبات سے رکنے کی عادت پڑے گی تو پھر ان کو ... میں ... بھی اسے کا ثواب تم متقی ہو جاؤ گے بڑی حکمت روزے میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ۔ جاننا چاہیئے کہ یہود و نصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے، مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق ان میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کیا تو لعلکم تتقون میں ان پر تعریض ہو، معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو تم نافرمانی سے بچو یعنی مثل یہود و نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو۔" (حضرت شیخ الہندؒ)

تقویٰ کے علاوہ اور بھی متعدد گوناگوں فوائد روزہ میں پوشیدہ بھی ہیں اور ظاہر بھی۔ روزہ اسلامی معاشرہ میں ہمدردی، مواسات اور مساوات کا ایک عملی کورس بھی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا "شہر المواسات" اس لئے کہ اس ماہ مقدس میں امیر اور غریب راعی اور رعایا غرضیکہ ہر خاص و عام ایک ہی طرح دکھائی دیتے ہیں اور سب پر ایک جیسی حالت طاری رہتی ہے۔ اس قدر برکات کے باوجود بشرط صحت اور گھر میں قیام کی حالتوں میں بھی حیلے بہانے کر کے روزہ سے گریز سب سے بڑی محرومی قسمت ہے جبکہ اسلام میں استثنائی صورتوں میں بھی روزہ کے التوا یا کلی معافی کی گنجائش موجود ہے۔ مریض، مسافر، حاملہ، دودھ پلانے والی، حائضہ اور شیخ فانی کو روزہ سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے، جبکہ آخرالذکر کے لئے روزہ کی قضا تک بھی نہیں ہے۔ برعکس دوسرے مذاہب کے کہ ان مذاہب میں یہ استثنائی صورتیں عنقا ہیں۔ حتیٰ کہ ہمارے پیارے مذہب اسلام نے توضیعات کے باعث کھانے پینے کی صورتوں میں بھی روزہ میں عیب جوئی یا کسی قسم کے نقص کا

اور کان ... صلی اللہ ... خود کھلاتا پلاتا ہے (مگر حیلہ جوئی اس میں شامل نہیں)۔

نیز اسلام نے روزہ دار کو جائز حدود میں زیب و زینت تک کی بھی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ یہود وغیرہ روزوں کی حالت میں جائز قسم کے زیب و زینت سے بھی محروم ہی تھے۔ اسلام نے بتایا کہ روزہ دار غسل کر سکتا ہے، تیل لگا سکتا ہے، کنگھی کر سکتا ہے، سرمہ لگا سکتا ہے اور صاف ستھرا لباس بھی روزے کے منافی نہیں ہے۔ پھر اسلام نے روزہ کو اہمیت اسقدر دی ہے کہ جس صاحب کا ایمان مضبوط ہو، یہ گرمیاں اور سردیاں اس کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتیں۔ منقول ہے کہ حضرت سیدنا ابو امامہؓ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا

مرنی بعملٍ یدخل الجنۃ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا واضح عمل بتایئے جس کو ادا کرکے میں فوراً سیدھا جنت میں داخل ہو جاؤں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من صام رمضان ایماناً و احتساباً غفر لہ ما تقدم من ذنبہ

جو شخص ثواب کی غرض سے خلوص نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

یعنی فرض کیجئے ایک صاحب کی عمر ساٹھ سال ہے۔ اس ساٹھ سال کی پوری عمر میں اس نے گناہوں کے علاوہ اور کچھ کیا نہیں، مگر اب پختہ عزم کرکے توبۃ النصوح کے بعد اخلاص و للہیت سے خالص خدا کی رضا کی مقصود کے لئے رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں تو اس کے سب گناہ (حقوق العباد کے علاوہ) معاف کر دیے جائیں گے۔ نیز اسلام نے مسلمانوں کی زندگی کو ایسے سانچے میں ڈھالنے کی تعلیم دی

... وت بن جائے ... پیدا کرنے کی خاطر عبادات کی ... رائی گئی ہے —

طبایع میں فضول اخلاط کی جب زیادتی ہو جائے تو طبیب اور ڈاکٹر مریض کو فاقہ کشی کراتے ہیں ورنہ جمیع ادویات بے فائدہ ثابت ہوتی ہیں، اور جب تک کھانے پینے کا دھندا موجود ہے فضول اخلاط کی پیدائش کو روکنا محال ہے۔ اسی طرح اللہ تعالٰی نے ایک فطری معاملہ میں فطری عبادات کا اضافہ فرمایا ہے جہاں فضول اخلاط کی پیدائش ضروری ہے وہاں ان کا علاج بھی فرض قرار دیا گیا ہے۔ روزے کی اس افادیت سے وہ لوگ جو مذہب سے بالکل لاتعلق ہیں وہ بھی انکار نہیں کرتے اس لئے کہ روزہ اکثر امراض جسمانی کا حتمی اور منفرد قسم کا علاج ہے، مثلاً شکم کے کافی امراض صرف اسی روزہ سے ہی دور ہو جاتے ہیں نزلہ زکام کا بھی روزہ یقینی اور بہت ہی عمدہ علاج ثابت ہو چکا ہے۔ پھر یہ کوئی سالہا سال کا کورس بھی نہیں بلکہ قرآن کریم نے تو اس ماہانہ کورس کو گنتی کے چند دن قرار دیا ہے۔ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ اس کی وضاحت یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص لاہور شہر سے اسٹیشن آنا چاہتا ہے، مگر اس خیال کی وجہ سے پریشان ہے کہ شاید یہ مسافت زیادہ ہوگا۔ اتنے میں وہ کسی گذرنے والے سے دریافت کرتا ہے کہ بھائی اسٹیشن کتنی دور ہے؟ وہ کہتا ہے کہ بھائی بالکل قریب ہے تو وہ ہمت کرکے اسٹیشن پہنچ جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرا آدمی بھی لاہور شہر سے اسٹیشن کی طرف آرہا ہے مگر اس کو دریافت کرنے پر بتایا جاتا ہے کہ ابھی اسٹیشن بہت دور ہے، اس لئے ہمت میں فقدان پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ریلوے اسٹیشن پر پہنچنے کا ارادہ بھی ختم کر ڈالتا ہے۔ اس لئے رحمٰن و رحیم رب نے فرمایا: اے ایمان والو روزے رکھو زیادہ نہیں ہیں ایاماً معدودات چند دن ہیں گنتی کے۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزوں کی بہت ہی زیادہ فضیلتیں بیان فرمائی ہیں۔

لیلۃ القدر:-

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہؓ کو لیلۃ القدر رمضان کے آخری ہفتہ میں خواب میں دکھائی دی گئی تو حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تمہارے خوابوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ اخیر ہفتہ میں متفق ہو گئے ہیں پس جو کوئی لیلۃ القدر کا متلاشی ہو وہ اس کو اخیر ہفتہ میں تلاش کرے۔

(بخاری شریف)

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں اعتکاف کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیسویں تاریخ کی صبح کو باہر تشریف لائے اور ہم سب سے مخاطب ہو کر فرمایا مجھے لیلۃ القدر خواب میں دکھائی گئی ہے مگر وہ مجھ سے پھر بھلا دی گئی یا یوں فرمایا کہ پھر بھول گیا ہوں پس اب تم اسے آخری عشرہ رمضان کی طاق راتوں میں تلاش کرو اور میں نے خواب میں دیکھا کہ جس دن شب قدر ہوگی (اس روز) میں کیچڑ میں سجدہ کروں گا، لہذا جس شخص نے رسول خدا کے ہمراہ اعتکاف کیا ہو وہ اس آخری عشرہ میں پھر اعتکاف کرے۔ چنانچہ ہم نے پھر اعتکاف کیا۔ اس وقت ہم آسمان پر بادل کا نشان تک نہ دیکھتے تھے لیکن دفعتاً ایک ابر آیا اور وہ برسنے لگا یہاں تک کہ مسجد کی چھت ٹپکنے لگی جو کھجور کی شاخوں سے بنی ہوئی تھی۔ پھر نماز قائم کی گئی تو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

کو کیچڑ میں سجدہ کرتے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی پیشانی مبارک پر ہم نے مٹی کا دھبہ دیکھ لیا۔ (بخاری شریف)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان شریف کے آخری عشرہ میں تلاش کرو ۲۹ ویں یا ۲۷ ویں یا ۲۵ ویں تاریخ کو۔

(بخاری شریف)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لیلۃ القدر اخیر عشرہ میں ہوتی ہے: (بخاری شریف)

حضرت ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ جب رمضان کا اخیر عشرہ آتا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ازار مضبوط باندھ لیتے ہیں اور شب بیداری کرتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

اللہ تعالٰے نے قرآن کریم میں فرمایا ہے
لیلۃ القدر خیر من الف شھر
کہ اس رات کی عبادت ایک ہزار ماہ کی عبادت سے افضل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس صاحب کو لیلۃ القدر مل جائے تو وہ کثرت کے ساتھ یہ دعا مانگے

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی

(ترمذی شریف)

لیلۃ القدر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دیگر مقرب ملائکہ اللہ تعالٰے کے ذکر کرنے والوں کے لئے (یعنی ہر قائم و قاعد کے لئے) خصوصی دعائیں مانگتے ہیں،

یصلون علی کل عبد قائم او قاعد یذکر اللہ عز وجل۔

اعتکاف

اعتکاف سے متعلق بھی راقم سب سے پہلے بخاری [illegible] فی المساجد کلہ [illegible] کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ زوجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ام المؤمنینؓ) سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں برابر اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالٰے نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات دیدی۔ پھر آپؐ کی ازواجؓ نے آپ علیہ السلام کے بعد اعتکاف کیا۔ (بخاری شریف)

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب کہ آپؐ مسجد میں معتکف ہوتے اپنا سر میری طرف جھکا دیتے تو میں آپؐ کو کنگھی کر دیتی تھی۔ جب آپ معتکف ہوتے تو بغیر ضروریات کے گھر میں تشریف نہ لاتے۔ (بخاری شریف)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ میں نے زمانۂ جاہلیت میں یہ نذر مانی تھی کہ ایک رات کعبہ میں اعتکاف کروں گا، تو حضرت نبی کریم نے جواباً فرمایا۔ فاوف بنذرك تم اپنی نذر پوری کرو۔ (بخاری شریف)

حضرت صفیہ زوجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ام المؤمنینؓ) سے روایت ہے کہ وہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبکہ آپ علیہ السلام رمضان المبارک کے اخیر عشرہ میں مسجد میں معتکف تھے زیارت کے لئے آئیں اور تھوڑی دیر آپ کے ساتھ بیٹھ کر بات چیت کی۔ بعد ازاں اٹھ کر چلنے لگیں تو رسول خداؐ بھی ان کو پہنچانے کے لئے ان کے ساتھ اٹھے جب وہ مسجد کے دروازہ پر حضرت ام سلمہؓ کے دروازہ کے پاس پہنچ گئیں تو انصار کے دو آدمی چلے جا رہے تھے جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ [illegible] سے [illegible] ان [illegible] بات [illegible] تھیں (یعنی آپؐ کی زوجہ) ان دونوں نے کہا سبحان اللہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم آپ کی طرف کوئی بدگمانی کر سکتے ہیں اور ان دونوں (عاشقان رسول) پر یہ بات شاق گذری، اس پر آپ علیہ السلام نے فرمایا:

شیطان خون کے ساتھ ساتھ انسان کے بدن میں رہتا ہے، اس لئے مجھے خوف ہوا کہ شاید وہ تمہارے دلوں میں وسوسہ ڈالے۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر رمضان میں دس دن اعتکاف کیا کرتے تھے، مگر وفات کے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس دن اعتکاف فرمایا (بخاری شریف)

او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
برکات رمضان المبارک کا حسن خاتمہ عید الفطر کی تقریب سعید سے کیا جاتا ہے۔ اسی عید کے یوم رب کائنات فرشتوں سے فرماتے ہیں:

یاملائکتی ما جزاء اجیر وفی عملہ اس مزدور کا بدلہ کیا ہے جو اپنی ڈیوٹی پوری طرح انجام دے، وہ عرض کرتے ہیں یا الٰہ العالمین اسے پورا پورا اجر ملنا چاہیئے۔ اس پر رب کائنات اپنی عزت اور جلال کی قسم کھا کر فرشتوں کو فرماتے ہیں، قد غفرت لکم وبدلت سیاتکم حسنات میں نے نہ صرف تمہیں بخش دیا بلکہ تمہاری برائیوں کو بھی نیکیوں سے تبدیل کر دیا۔ فرمایا فیرجعون مغفورا لھم اس طرح روزہ دار مؤمن عید گاہ سے اس حال میں واپس آتے ہیں کہ ان کے گناہ دھل چکے ہوتے ہیں اللھم اجعلنا منھم اللہ تعالٰی ہم سب کو انہی میں سے بنائے۔ آمین۔ ہر روزہ دار مؤمن سے مخلصانہ اپیل ہے کہ اس احقر کے حسن خاتمہ کی دعا بھی ضرور فرمائیں۔

اکرام القادری

ماہنامہ [ا]لرشید کا
تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر

ملک کی مشہور و معروف دینی درسگاہ جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ترجمان ماہنامہ "الرشید" کی دینی، علمی اور تحقیقی خدمات اہل علم سے مخفی نہیں، خصوصاً گذشتہ چند سالوں میں اپنے محدود وسائل کے باوجود الرشید نے جو تخلیقات پیش کی ہیں وہ ناقابلِ فراموش اور تاریخ کا انمٹ حصہ ہیں۔

اس سلسلے میں الرشید کی پہلی عظیم کوشش دارالعلوم دیوبند نمبر کے نام سے سامنے آئی اور اس نے ایک دنیا سے خراج تحسین وصول کیا۔ دوسری کوشش ایک ایسے اہم موضوع پر کی گئی جو عرصہ دراز سے تشنہ چلا آرہا تھا اور جس کو جانبین کی طرف سے اپنے ممدوحین شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ اور شاعر اسلام علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی وکالت و حمایت کو ہی اپنا فرض منصبی قرار دے کر موشگافیاں کی جا رہی تھیں۔

ماہنامہ الرشید مبارکباد کا مستحق ہے کہ اس نے مدنی و اقبال کے نام سے ایک ضخیم اور جامع نمبر پیش کر کے اس بحث بلکہ کج بحثی کے دروازے کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا اور دونوں عظیم رہنماؤں میں سے کسی ایک کی طرفداری کئے بغیر حقیقت حال اہل علم اور کم از کم انصاف پسند حضرات پر واضح کر دی۔

اور اب ماہنامہ الرشید کی تیسری کوشش "تاریخ دارالعلوم دیوبند نمبر" ہے، جو دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ منعقدہ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء کے مبارک موقع پر منصۂ شہود پر آئی۔ الرشید نے یہ نمبر بھی اپنی سابقہ درخشاں روایات کو برقرار رکھتے ہوئے پیش کیا ہے۔

"تاریخ دارالعلوم دیوبند" محبوب اور محب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سید محبوب احمد رضوی مرحوم و مغفور کی بہترین کوششوں کا نتیجہ ہے۔ "تاریخ دارالعلوم دیوبند" میں سرزمین دیوبند اور دارالعلوم پر تحقیقی اور سیر حاصل مواد جمع کیا ہے اور دارالعلوم دیوبند کی مختلف جہتوں اور شعبوں میں کی گئی لازوال خدمات کا احاطہ کیا گیا ہے۔

"تاریخ دارالعلوم دیوبند" میں بتایا گیا ہے کہ اس نے سو سال کی مدت میں دنیا پر اپنی ہمہ جہت خدمات کے کیسے کیسے اور کیا کیا نقش ثبت کئے ہیں۔ ٹھوس دلائل اور کھلے شواہد سے یہ باور کرایا گیا ہے کہ دارالعلوم نے تاریخ کے دھاروں کا کیسے ---- رخ بدلا اور اس کے سپوتوں نے اسلام، اہل اسلام اور قوم و وطن کی کن کن مراحل سے گزر کر خدمت کی ہے۔ اس تاریخ میں اپنوں اور بیگانوں کے وہ اعترافات بھی نقل کئے گئے ہیں جو انہوں نے دارالعلوم اور ابنائے دارالعلوم کی خدمات کے سلسلے میں کئے ہیں۔ ماہنامہ الرشید کے اس نمبر میں پرچہ کے مدیر مسئول حافظ عبدالرشید صاحب ارشد کا آٹھ صفحات پر مشتمل مقدمہ بھی خوب ہے جس میں اختصار اور جامعیت کے ساتھ دارالعلوم کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کیا جانا چاہیئے کہ مختصر عرصے میں تین ضخیم اور ہر اعتبار سے خوبصورت نمبر شائع کرنا ادارہ الرشید کے صدر حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی کے اخلاص، للّٰہیت اور ابنائے دارالعلوم دیوبند سے بے پناہ محبت کا رہین منت ہے۔ حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی عمر کی جس منزل میں ہیں اس کا تقاضہ تو یہ تھا کہ وہ آرام اور صرف آرام کرتے، لیکن اس کے برعکس ان کے شب و روز کام، کام اور صرف کام میں گزرتے ہیں۔ کام بھی پیغمبروں والا خدمت دین متین مولانا کو قدرت نے تدریس، تقریر اور تحریر ایسی نعمتوں سے نوازا ہے۔ ان کے عزم و حوصلہ اور دین مبین کے لئے تڑپ دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ان کے جسم و جان میں بجلیاں بھری ہوئی ہیں جو انہیں کسی لمحے چین سے بیٹھنے نہیں دیتیں۔

ہم اہل علم حضرات سے عموماً اور خاص کر

دارالعلوم دیوبند بزرگانِ دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہر شخص سے یہ اپیل کریں گے کہ وہ اس شاہکار گراں مایہ کو ضرور حاصل کریں۔ تاریخ دارالعلوم دیوبند کے مطالعہ سے محرومی ہمارے نزدیک بہت بڑی محرومی ہے خصوصاً ان لوگوں کے لئے جو اپنے آپ کو بزرگانِ دیوبند کا دالہ و شیدا کہتے ہیں۔ قیمت بھی معمولی ہے۔ [illegible] کاغذ پر چھپے ہوئے مجلد کی قیمت صرف پچیس روپے اور نیوز پیپر پر بیس روپے۔ یہ جہازی تقطیع کے ۳۲۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ جامعہ رشیدیہ ساہیوال اور مکتبہ رشیدیہ ۳۲۔ لے شاہ عالم مارکیٹ سے دستیاب ہے۔

برکاتِ بردہ

از علامہ فضل احمد عارف

شاید ہی کوئی پڑھا لکھا شخص ایسا ہو جو امام محمد بن سعیدؒ اور مدحت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں کہے گئے ان کے طویل قصیدہ بردہ سے ناواقف ہو۔ یہ ہی وہ قصیدہ مبارکہ ہے جس کو بارگاہِ رسالت سے سندِ مقبولیت حاصل ہے اور یہ ہر دور کے اہل اللہ کے لئے حرزِ جاں رہا ہے۔ اس قصیدہ مبارکہ کی اب تک مختلف زبانوں میں سینکڑوں شرحیں اور تراجم ہو چکے ہیں اور اہل اسلام کے علاوہ مستشرقین نے بھی اس میں بے پناہ دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے اس کے تراجم کئے اور شرحیں لکھیں۔

اس سلسلے کی تازہ ترین کاوش علامہ فضل احمد عارف صاحب کی ہے جو اس قصیدۂ مبارکہ سے خصوصی لگاؤ اور والہانہ شغف رکھتے ہیں۔ علامہ صاحب موصوف نے برکاتِ بردہ کے نام سے نہ صرف قصیدہ بردہ کا نہایت ہی نفیس اور سلیس اردو ترجمہ کیا ہے بلکہ قصیدہ کے خواص بھی بتائے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی علامہ محترم نے اپنے وسیع اور عمیق مطالعہ کی روشنی میں ان تمام کوششوں کا جامع تذکرہ کیا ہے جو اب تک قصیدہ بردہ کے ضمن میں کی گئی ہیں۔

علامہ عا[illegible]
العلامہ امام محمد [illegible]
زندگی بھی بڑی [illegible]
بعد شاملِ کتاب کئے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ برکاتِ بردہ اپنے موضوع پر ایک نہایت ہی جامع اور مکمل کتاب ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر عاشقِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری ہے اور اگر علامہ موصوف کی تحریر کردہ ہدایات کے مطابق برکاتِ بردہ کے مطالعہ کی توفیق بارگاہ ایزد متعال سے ہو جائے تو دنیاوی و اخروی دونوں جہان کی نعمتوں اور برکتوں سے تمتع حاصل ہو سکتی ہے۔

علامہ موصوف اس سے قبل بھی انوارِ بردہ کے نام سے قصیدہ بردہ کی ایک شرح لکھ چکے ہیں، مگر ان کی موجودہ کاوش کا تو کوئی جواب ہی نہیں۔ برکاتِ بردہ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس سے ایک جید عالم سے لے کر معمولی پڑھا لکھا تک اپنے اپنے ظرف کے مطابق استفادہ کر سکتا ہے۔ برکاتِ بردہ کی خوبصورت طباعت کا اعزاز نذیر سنز پبلشرز، ۴۰۔ لے، اردو بازار، لاہور کو حاصل ہوا ہے۔ قیمت ۲۱/- روپے ہے جو موجودہ گرانی کے دور میں کوئی زیادہ نہیں۔ یہ کتاب ہر صاحبِ دل کو مطالعہ کرنی چاہیئے۔

بقیہ: دارالعلوم دیوبند

چکا تھا۔ ان ہر دو ابنائے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ذو خدمات میں ترجمۂ قرآن بہت نمایاں ہے۔ شاہ رفیع الدینؒ کے ترجمے کی اوّلیت اور حضرت شاہ عبدالقادرؒ کے ترجمے کی سلاست اور بامحاورہ ٹکسالی زبان میں ہونے کی شہادت سرسید نے خود دی ہے اور بابائے اردو مولوی عبدالحق تک اردو کے تمام مورخین اور تذکرہ نگاروں نے

[illegible] نے کا
[illegible] سے
[illegible] سے جن
[illegible] دارالعلوم دیوبند کی خدمات کے زمرے میں منسوب نہیں کیا جا سکتا، لیکن یہ وہ اسلاف تھے جن کی وراثت علمی و دینی کا وارثِ اوّل اگر کوئی ہے تو وہ دارالعلوم دیوبند ہے۔ ان اصحاب کے بعد مولانا عبدالحئیؒ اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا دور آتا ہے یہ زمانہ سرسید کی خوردسالی کا تھا۔ ان حضرات کی خدمات کا غلغلہ بلند تھا اور دہلی کی ٹکسالی اور بامحاورہ اردو میں ان کی عظیم الشان کتاب "تقویت الایمان" منصۂ شہود پر آ چکی تھی۔ سرسید نے حضرت شاہ صاحب کی تقریروں کے مطالب سے اپنے دامنِ فکر و نظر کو بھرا تھا۔ بلاشبہ حضرت شاہ صاحب بھی بانیانِ دارالعلوم میں نہ تھے لیکن اس ابراہیم وقت کی میراثِ فکر و سیرت تو اکابر دیوبند ہی کے حصہ میں آئی۔

اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، قطبِ وقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی دارالعلوم کے بانیوں میں سے تھے۔ یہ حضرات اسوقت بامحاورہ، بول چال کی زبان اور آسان و عام فہم اردو میں اپنی متعدد کتب و تصانیف تالیف فرما چکے تھے۔ بانی علیگڑھ کالج سرسید احمد خان کی خدمات کا سلسلہ بعد میں شروع ہوتا ہے۔ حضرت قاسم نانوتویؒ کی تالیف رسالہ حجۃ الاسلام، تقریر دلپذیر مجموعہ رسائل قاسم العلوم وغیرہ حضرت امداد اللہ کی تصانیف غذائے روح، ضیاء القلوب، تحفۃ العشاق، فیصلہ ہفت مسائل اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی تصانیف کا تعلق خاص سرسید کے عہد سے تھا۔ یہ حضرات بانیانِ دارالعلوم تھے۔ ان تصانیف کے ادبی محاسن اور لسانی خصائص کی طرف کم توجہ کی گئی ہے لیکن ان کا دائرہ اس بہت وسیع ہے۔

انگریزوں کے خلاف پہلا فتویٰ کس مردِ قلندر نے دیا تھا؟

خطبۂ استقبالیہ بخدمت بقیت السلف داعی سلامی انقلاب مفتی اعظم پاکستان حضرۃ العلماء مولانا مفتی محمود صاحب ادام اللہ ظلکم علی المسلمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

سب سے پہلے تو میں اپنے رفقاء علماء کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ باوجود کثرت معروفیات کے محض جذبۂ عشق صحابہؓ کی غرض سے آپ نے علماء شیر شاہ کی دعوت پر اس اجتماع میں قدم رنجہ فرمایا۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

تائد علماء حق! یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اسوقت ملت اسلامیہ اپنی تاریخ کے انتہائی نازک دور سے گذر رہی ہے۔ چاروں طرف دشمنانِ اسلام مختلف محاذوں پر مختلف آلات سے لیس اسلام پر حملہ آور ہیں۔ مسلمانانِ عالم اسوقت خطرناک صورت حال سے دوچار ہیں۔ مایوسی اور تاریکی کے اس عالم میں اگر کہیں کوئی روشنی نظر آتی ہے تو وہ صرف محراب و منبر کی روشنی ہے۔ ہم جب اسلام کی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ جب کبھی اسلام پر کوئی نازک وقت آیا تو اسلام کے شیدائی محافظین محراب و مصلیٰ نے تختہ دار پر چڑھ کر نغمے دیے۔ اسلام کی یہی وہ مخفی طاقت ہے، یہی وہ غیر محسوس خدائی تلوار ہے کہ جب وہ بے نیام ہو کر نکلتی ہے تو طاغوت کی پُرہیبت ایوانوں میں زلزلہ آجاتا ہے اور بڑے بڑے جبار خدائی کا دعویٰ کرنے والے فراعنہ لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ ایسے مراحل بے شمار آئے اور ایسی آزمائشیں اسلام پر اس سے پہلے بھی گذری ہیں ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بو لہبی

اے امیر کارواں شریعت! اس موقع پر ان تاریخی واقعات کے بیان کی ضرورت نہیں جو علماء دین کے عظیم علمی اور سیاسی کارناموں سے لبریز ہیں، مگر اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ مصلے اور منبر کو سنبھالنے والے۔ وارثان انبیاء اور بوریہ نشین حاملان قرآن و سنت جن کے ورود مسعود دیبا و حریر سے مزین نہیں، جن کے دسترخوان مرغن غذاؤں سے آراستہ نہیں، جو عالی شان محلات کے مکین نہیں۔ جو مسجدوں میں چٹائیوں پر سونے والے، جن کی نظروں میں دنیا کا کوئی بڑے سے بڑا منصب پرکاہ جتنی وقعت بھی نہیں رکھتا لیکن جونہی یہ خدائی شیر باطل کے سامنے گرجتا ہے تو طاغوتی قوتیں خوفزدہ اور ان کے تمام فولادی منصوبے تارِ عنکبوت بن کر رہ جاتے ہیں۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

دشمن بھی اس دو دھاری تلوار کی کاٹ سے بے خبر نہیں اور اسے کند کرنے کے لئے مختلف حربے استعمال کر رہا ہے جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

آج پروپیگنڈے کے زور سے قوم کو

> جونہی یہ خدائی شیر باطل کے سامنے گرجتا ہے تو طاغوتی قوتیں خوفزدہ اور ان کے تمام فولادی منصوبے تارِ عنکبوت بن کر رہ جاتے ہیں۔

یہ باور کرایا جارہا ہے کہ دنیا میں بیکار مخلوق اور قوم و ملک کو جہالت و پسماندگی کی طرف دھکیلنے والے ملاؤں کا یہ مفت خور طبقہ ہماری ترقی کی راہ میں حائل ہے، لیکن تاریخ گواہ ہے کہ باطل کے سامنے سینہ سپر رہا ہے تو تاجدار انبیاء کا وارث رہا ہے۔

انگریزوں کے خلاف پہلا فتویٰ ہندوستان میں کس مرد قلندر نے دیا تھا؟ بڑے بڑے سرمایہ داروں، سپہ سالاروں، امراء اور وزراء نے طوق غلامی گلے میں ڈال لئے، لیکن جس مرد مجاہد نے سر پر کفن باندھ کر ہندوستان کے دارالحرب بن جانے کا فتویٰ صادر کر کے علم جہاد بلند کیا۔ وہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ تھے۔ کیا شہیدین بالاکوٹ ۱۸۳۱ء میں اسلام کے بقاء و تحفظ کے لئے انگریز کے خلاف لڑ کر شہید نہیں ہوئے؟

کیا تھانہ بھون میں علماء کی جمعیت انگریز کے خلاف متحد نہیں ہوئی؟ اور آئندہ عزائم کے لئے مندرجہ ذیل تشکیل نہیں ہوئی۔

امام خلافت — حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحبؒ

قائد العساکر — حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

قائد ایوان — حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ

کیا ان علماء کرام کے مجاہدوں اور عظیم قربانیوں نے مسلمانانِ ہند کو ایک ہی پلیٹ فارم پر جمع نہیں کیا؟ کیا ۲۲ مارچ ۱۸۵۷ء میں ہندوستان میں باطل کے خلاف عظیم الشان انقلاب برپا نہیں ہوا تھا؟ کیا اس انقلاب میں حصہ لینے والے بے شمار علماء نے جام شہادت نوش نہیں کیا؟

بجلی کی زد میں آتے ہیں پہلے وہی طیور
جو اس چمن سرا میں بلند آشیانہ ہوں

علماء کو توپوں سے اڑایا گیا، عمر قید بہ عبور دریائے شور کی سزائیں دی گئیں۔ چنانچہ مولانا [illegible] کالے پانی میں [illegible] چلانے پر مامو[illegible] [illegible] میں خون آنے لگا۔ زندہ علماء حق کو کھالوں میں سلوا کر تیل کے ابلتے ہوئے کڑاہوں میں ڈالا گیا۔ مسجد فتحپوری سے لال قلعہ تک درختوں کی شاخوں پر علماء کی لاشیں لٹکائی گئیں۔ انگریز نے بزعم خویش اسلام کو ختم کردیا اور علماء اسلام کو نیست و نابود کردیا۔ مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے مشن سکولز، مشن کالج، مشن ہسپتال کھولے گئے۔ دوسری طرف ہزاروں پادری عیسائیت کی تبلیغ کے لئے ہندوستان پہنچے۔ اس وقت مفلوک الحال علماء نے دینی و ایمانی علوم و معارف اور تہذیب و تمدن اسلامی کو محفوظ رکھنے کے لئے کمر ہمت باندھی۔ چنانچہ ۳۰ مئی ۱۸۶۷ء کو دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھدی گئی اور دارالعلوم دیوبند تحریک آزادی کا مرکز بن گیا۔ توحید و رسالت، شعائر اسلام، ناموس صحابہؓ اور تحفظ اسلام کے منصوبے بننے لگے۔

حضرات میں ادب سے معذرت خواہ ہوں کہ آپ کا قیمتی وقت لے رہا ہوں، مگر یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ علماء اسلام مفت خور ملا نہیں، بلکہ اس ملت اور پورے برصغیر کے آزادی کے جانباز سپاہی، قرآن و سنت کے علمبردار، احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے سرفروش مجاہد ہیں۔

سرفروشی کی تمنا ہے تو سر پیدا کر
تیر کھانے کی ہوس ہے تو جگر پیدا کر

اس کاروانِ حق میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن الدھیانوی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور جناب کی ذات والا صفات ناقابلِ فراموش ہیں۔ رب ذوالجلال آپ کو اور آپ کے نقوش پا پر چلنے والے کاروانِ حق کو اس [illegible] یہ آج بھی علماء حق اسلاف کے سنت پر عمل پیرا ہیں۔ زندگی ہے تو قرآن و سنت کے احیاء کے لئے اور موت ہے تو اسلام کی بقا اور تحفظ کے لئے۔

قبلہ محترم مفتی صاحب!

علماء حق اور فرزندانِ توحید اور غلامانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم اس عظیم الشان اجتماع میں عہد کر کے یہ اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان کے اندر ہم صرف اور صرف اسلام چاہتے ہیں۔ ہم پاکستان کے اندر تحفظ ختم نبوت چاہتے ہیں۔ ہم خلفائے راشدین کی عظمت چاہتے ہیں۔ ہم اس ارض پاک میں شعائر اسلام اور اسلام کا پورا تحفظ چاہتے ہیں۔

جناب محترم!

کراچی کی اس دور افتادہ اور غریب آبادی میں آنجناب کی تشریف آوری۔ مجاہد ملت محترم مولانا منظور احمد صاحب مدظلہ العالی، خطیب العصر مولانا عبدالمجید ندیم صاحب، بطل حریت مولانا زاہد الراشدی صاحب، مقامی اور بیرونی تمام اکابر علماء اور صلحاء کی تشریف آوری باعث مسرت ہے۔ آپ کی تشریف آوری پر ہم آپ کو مرحبا اور خوش آمدید کہتے ہیں، اور یہ دعا کرتے ہیں ؎

کہ عمرت دراز باد کہ تا دور مشتری
ما رزق تو برخوایم تو از عمر برخوری

پیش کنندہ: محمد لطف اللہ مہتمم جامعہ امینیہ شیر شاہ، کراچی

بقیہ: اداریہ

فارغ جو پرچہ تقسیم کیا کرتے تھے، مگر اب جبکہ نظام العلماء پاکستان کی تشکیل ہو رہی ہے جماعتی احباب کو اس طرف بھی توجہ دینی چاہیئے۔ دفاتر کا نظام بھی بحال کریں اور پرچوں کی فروخت کا سلسلہ بھی جاری کریں۔

ترتیب: قمر ہاشمی

مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیر والی ایک مشہور ادیب و مؤرخ کی نظر میں

ملک کے نامور مؤرخ اور ادیب پروفیسر ڈاکٹر محمد ایوب صاحب قادری، صدر شعبہ اردو کالج کراچی نے مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں دو دن قیام فرماکر مدرسہ کا مفصل معائنہ فرمایا۔ مدرسہ کی عظیم لائبریری دیکھنے کے علاوہ مدرسہ کی عمارات اور بالخصوص جدید دار القرآن کی زیر تکمیل عمارت کا بھی معائنہ فرمایا۔ ڈاکٹر صاحب نے مدرسہ کا مجموعی معائنہ کے بعد مندرجہ ذیل تأثرات کا اظہار فرمایا کہ:

مجھے مدرسہ قاسم العلوم فقیر والی میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ اس سے قبل بھی دو مرتبہ حاضر ہو چکا ہوں۔ مہتمم بزرگوار، ان کے صاحبزادگان اور دوسرے اساتذہ کرام سے خصوصی تعلق و تعارف حاصل رہا ہے۔

اس دیار میں اس مدرسہ سے علمی روشنی اور دینی شعور پیدا ہوا ہے، مذہبی بیداری پیدا ہوئی ہے، بلکہ اس مدرسہ کی دیکھا دیکھی ایک دو مدرسے بھی موجود ہیں مگر

وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی

مدرسہ میں ایک اعلیٰ درجہ کا کتب خانہ قائم ہے جس میں نادر و نایاب کتابیں اور رسائل و جرائد بھی موجود ہیں۔ اسی طرح مدرسہ کی طرف سے ایک تحقیقی و علمی ادارہ "امام اعظم ابو حنیفہ اکیڈمی" قائم ہے جس سے معتد دینی و تحقیقی کتابچے اور رسائل شائع ہوتے ہیں جنکو علمی و دینی حلقوں میں بھی پسندیدگی سے دیکھا جاتا ہے۔ آجکل مدرسہ میں تعطیل ہے، مگر پھر بھی علمی چرچوں سے فضا معمور ہے۔ طلبہ کی تعداد چار سو سے متجاوز ہے جن میں سے تقریباً ۲۸۰ سے زیادہ ہوسٹل میں رہتے ہیں، جن کی اکثر ضروریات کا مدرسہ کفیل ہے۔ ساڑھے چار لاکھ روپے کے قریب نقد کا تخمینہ ہے۔ سالانہ بارہ صد من غلہ کا سالانہ خرچ کا اندازہ ہے۔ مدرسہ کی خدمات اس دیار میں قابل قدر ہیں۔"

موت العالِم موت العالَم

گذشتہ دنوں رتہ ڈیرہ کے ایک ممتاز عالم دین مولانا حبیب الرحمٰن فرزند ارجمند حضرت عبد العزیز صاحب درگاہ رتہ ڈیرہ اس جہانِ فانی سے رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف کے انتقال سے عالم اسلام ایک عظیم شخص سے محروم ہوگیا ہے۔ مولانا موصوف ایک برگزیدہ عالم باعمل تھے جنہوں نے اپنی زندگی تعلیم و تبلیغ میں وقف کر رکھی تھی۔ سکھر ڈویژن کے لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتے تھے۔ قوم اگاہی کو ان کی رحلت پر سخت صدمہ ہوا ہے۔ بارگاہ الٰہی میں دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت العلامہ موصوف کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

رنج و غم کا اظہار

گذشتہ روز اہالیان ماتلی و کارکنان کا تعزیتی اجلاس بمقام مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن محلہ کشمیری ماتلی منعقد ہوا اور قرآن خوانی کی گئی۔ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے نظام العلماء ماتلی کے امیر اور مکی مسجد مدرسہ تعلیم القرآن کے خطیب مولانا کلیم اللہ صاحب اور رحمانی مسجد ماتلی کے خطیب مولانا غلام رسول صاحب اور مدرسہ تعلیم القرآن کے مدرس مولانا قاری محمد حسین صاحب نے حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور بلوچستان کے مشہور و معروف شخصیت مولانا محمد ابوبکر اور جناب خان محمد صاحب کمتر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور ان کے کارنامے بیان کرتے ہوئے زبردست خراج عقیدت پیش کیا۔ بعد میں دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

مہاجرین کی امداد

آپ کی امداد کے سب سے زیادہ ضرورتمند اور مستحق بے خانماں، پریشان اور بے چین مہاجرین جنہیں روسی سامراج نے آپ کی پاک سرزمین پر پناہ لینے پر مجبور کردیا ہے۔ آپ ان کی امداد کے لئے انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ کے دفتر سے رجوع کریں۔

منجانب: نظام العلماء پاکستان لاہور

٭ ٭ ٭

اظہار تعزیت

حافظ ہدایت اللہ میروانی (ناظم نشر و اشاعت نظام العلماء ضلع بل زہری) نے اپنے ایک تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ مولانا ابوبکر مرحوم جھلاوان ایک نڈر اور جلیل القدر انسان کے علاوہ بڑے سیاستدان تھے۔ باطل مذاہب کیلئے مانند شمشیر تھے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی رضا نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

طلباء کی ڈائری

مرکزی چیف آرگنائزر آخر رمضان میں بلوچستان کا دورہ کریں گے

مرکزی تنظیمی کمیٹی کا اجلاس عید الفطر کے بعد لاہور میں ہوگا

جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کے چیف آرگنائزر جناب ندیم اقبال اعوان آخر رمضان میں بلوچستان کا دورہ کریں گے۔ اس بات کا اظہار انہوں نے اپنے قیام لاہور کے دوران مرکزی ساتھیوں سے کیا۔ وہ شیخ طریقت حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی دامت برکاتہم کے دورہ میں حضرت کے ہمراہ ہوں گے۔ دورے کے حتمی پروگرام اور تفصیلات کا اعلان جلد کر دیا جائے گا۔

علاوہ ازیں انہوں نے بتایا کہ مرکزی تنظیمی کمیٹی کا اجلاس عید الفطر کے بعد لاہور میں منعقد ہوگا جس میں پورے ملک میں معاذ، کا جائزہ لیا جائے گا اور صوبائی و مرکزی انتخابات کے لئے شیڈول مرتب کیا جائے گا۔

ظہیر میر کے والد محترم انتقال کر گئے

جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کی تنظیمی کمیٹی کے سیکرٹری جنرل جناب ظہیر میر کے والد محترم انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی وفات بلاشبہ ظہیر صاحب کے لئے ناقابلِ برداشت صدمہ ہے، اگرچہ ظہیر میر جیسا حوصلہ مند انسان نوشتۂ تقدیر کو صبر استقامت سے برداشت کرے گا، لیکن پھر بھی اس عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ جانا ایک عظیم سانحہ اور جانکاہ حادثہ ہے جسے زندگی بھر بھلایا نہیں جا سکتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کی تنظیمی کمیٹی کے سربراہ ندیم اقبال اعوان اور دیگر اراکین حافظ اطہر عزیز، محمد ادریس تنظیمی کمیٹی پنجاب کے رکن خالد محمود ٹیپو اور لاہور کے کنوینر حافظ محمود اشرف نے مرحوم کے لئے دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

ژوب (بلوچستان)

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کی تنظیمی کمیٹی کے رکن جناب نظام الدین پانیزئی نے ژوب کا تنظیمی دورہ کیا۔ انہوں نے ساتھیوں سے انفرادی اور اجتماعی ملاقاتوں میں تنظیمی امور پر تبادلۂ خیال کیا۔ علاوہ ازیں وہ ڈگری کالج ژوب ہاسٹل بھی گئے جہاں انہوں نے طلبہ کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ دفتر جمعیۃ طلبہ سلام ژوب میں طلباء سے خطاب کرتے ہوئے نظام الدین پانیزئی نے کہا کہ اسلامی انقلاب کی جد و جہد میں نظم و ضبط، اتحاد و یگانگت بہت ضروری ہے۔ اس دورہ میں ان کے ہمراہ ژوب کالج سٹوڈنٹس یونین کے صدر نذر محمد اور داؤد شاہ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ بعد میں جناب پانیزئی جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کے زیرِ اہتمام ہونے والی سیرت کانفرنس میں شرکت کے لئے لورالائی روانہ ہو گئے۔ اس بارہ روزہ تنظیمی دورہ کے دوران وہ زندرہ، زیارت، چوتیر، سنجاوی، لورالائی، ژوب اور کیرزئی گئے۔ اس طرح انہوں نے اپنا طویل دورہ حال ہی میں مکمل کر لیا۔

ایک ساتھی
سندھ کی موجوں کی نذر

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلباء سلام ضلع لاڑکانہ کے ناظم نشریات اور مدرسہ سراج العلوم بیر شریف کے ہونہار طالب علم محمد ابراہیم تونیہ ضلع خیرپور میں دریائے سندھ میں نہاتے ہوئے سندھ کی بے رحم موجوں کی نذر ہو گئے۔ مرحوم کی نماز جنازہ ان کے آبائی گاؤں بیر شریف میں مولانا عبد الکریم دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں نظام العلماء لاڑکانہ کے امیر مولانا عطاء اللہ ہالیجی شریف کے صاحبزادہ حفیظ الرحمٰن اور جمعیۃ طلبہ سلام ضلع لاڑکانہ کے صدر خالد محمود سومرو کے علاوہ دیگر راہنماؤں نے شرکت کی۔

جمعیۃ طلبہ سلام پاکستان کی مرکزی تنظیمی کمیٹی کے سربراہ ندیم اقبال اعوان اور دیگر رہنماؤں نے مرحوم کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور اسلامی انقلاب کے لئے ان کو دینی جذبے اور عمل کو شرف

ان جیسے فعال ساتھی کی رحلت ہمارا [illegible]
نقصان ہے، کیونکہ جماعت ایک اچھے مخلص اور سچے کارکن سے محروم ہو گئی ہے۔

ہفتہ وار اجلاس کا پروگرام

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلبہ اسلام ژوب کا ایک اجلاس دفتر جمعیۃ طلبہ اسلام ژوب میں بعد نماز عصر منعقد ہوا۔ صدارت اجمل شاہ نے کی۔ اجلاس سے گورنمنٹ کالج ژوب کی سٹوڈنٹس یونین کے صدر نذر محمد نے "آداب مجلس" شبیر حیدر نے "ہم کام کیسے کریں!" اور داؤد شاہ نے ہفتہ وار اجلاس کی اہمیت و فوائد پر مفصل روشنی ڈالی اور ساتھیوں کو باقاعدگی کے ساتھ ہفتہ وار اجلاس میں شرکت کی تاکید کی۔

آئندہ کے لئے یہ فیصلہ کیا گیا کہ جمعیۃ طلبہ اسلام ژوب کا ہفتہ وار اجلاس ہر جمعرات کو بعد نماز عصر دفتر جمعیۃ طلبہ اسلام ژوب میں ہوا کرے گا۔

آئندہ اجلاس کے لئے موضوعات کا تعین کیا گیا۔ پروگرام کے مطابق "علماء کی قیادت کیوں" کے عنوان سے محمد فاروق اور "طلباء تنظیم اور سیاسی تنظیم میں فرق" کے عنوانات سے محمد قطب الدین خطاب کریں گے، نیز سوال و جواب کی ایک محفل منعقد ہو گی۔

مخلصانہ گزارش

اکثر اوقات ساتھی مختلف حلقوں سے ایک ہی موضوع پر خبریں ارسال کرتے ہیں جو اپنی نوعیت کے لحاظ سے ملتی جلتی ہیں۔ ان کے پورا پورا شائع کرنے سے ترجمان کے مختصر صفحے کی افادیت میں کمی آجاتی ہے اور اہم خبروں کے رہ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ لیکن ہر جگہ کے [illegible]

[illegible] بھی ضروری ہے، لہٰذا [illegible] لے شائع کر دیا جاتا ہے [illegible] بنایا جا سکے اور ساتھ ہی ہر ہفتے موصول ہونے والی تمام خبریں بھی شائع ہو سکیں۔

(محمد ادریس)

سلانوالی

گذشتہ دنوں سلانوالی میں شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کی وفات پر ایک تعزیتی اجلاس میں شیخ القرآن کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ محمد خالد قیوم، ابوذر غفاری اور مرزا امداد بیگ نے ان کی خدمات پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔

ژوب

جمعیۃ طلبہ اسلام ژوب کے رہنماؤں اجمل شاہ۔ عبدالخالق۔ محمد فاروق۔ نذر محمد۔ شبیر حیدر۔ حافظ عبدالقیوم نے ایک مشترکہ بیان میں مولانا غلام اللہ خان کی وفات کو عظیم سانحہ قرار دیا اور کہا کہ مولانا کی رحلت سے دینی حلقوں میں نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ اسی اجلاس میں حضرت مولانا ابوبکر کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا، اور ان کی ملی و دینی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا گیا۔ بعد ازاں مرحومین کے لئے قرآن خوانی کی گئی۔

لاڑکانہ

جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع لاڑکانہ کے صدر جناب خالد محمود سومرو نے جمعیۃ طلبہ اسلام لاڑکانہ کے ناظم نشریات حافظ ابراہیم اور مولانا حبیب الرحمٰن امیر نظام العلماء لاڑکانہ کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا اور بلندئ درجات کے لئے دعا کی ہے۔

شکارپور

گذشتہ دنوں جمعیۃ طلبہ اسلام ضلع شکارپور کا اجلاس مدرسہ عربیہ قادریہ شکارپور میں ہوا جس کے مہمان خصوصی جناب عبدالغنی انصاری تھے۔ اجلاس میں دین محمد قریشی وزیر الدین شیخ اور عبدالرشید کلوڑہ اور شرف الدین ہکڑہ نے شرکت کی۔ تمام شاخوں نے اپنی کارروائیاں پیش کیں۔ آخر میں مولانا غلام قادر بہوار اور عبدالغنی انصاری نے خطاب کیا۔

سرگودھا

جمعیۃ طلبہ اسلام سلانوالی ضلع سرگودھا کے اجلاس میں شہری تنظیم کو مضبوط بنانے کے سلسلے میں غور و خوض کیا گیا اور زیادہ سے زیادہ معاونت سازی کرنے کے لئے منظم پروگرام ترتیب دیا گیا۔

مرکزی دفتر
۴۔ بی
شاہ عالم مارکیٹ
لاہور

جمعیۃ طلبہ اسلام
کے لیٹر پیڈ
چھپ چکے ہیں
حسب ضرورت رقوم بھیج کر یا بذریعہ وی۔ پی منگوا سکتے ہیں۔
اس سے قبل جو ساتھی لیٹر پیڈ کے لئے لکھ چکے ہیں انکو دوبارہ لکھنے پر ہی ارسال کئے جائیں گے
قیمت ساڑھے تین روپے ہوگی

مدرسہ تعلیم القرآن ... مسجد ... کمالیہ ... فیصل آباد

بانی: حضرت مولانا غلام محمد مرحوم — زیرِ سرپرستی: مولانا عبدالعزیز رائے پوری مدظلہ

- مدرسہ علاقہ بھر کی قدیم ترین دینی۔ تدریسی اور معیاری درسگاہ ہے۔
- قرآن کریم کی تعلیمات حفظ و ناظرہ اور ترجمہ پڑھانے کا بہترین انتظام ہے۔
- مسلک اہل سنت والجماعت سیدنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کا پابند ہے۔
- اردو۔ دینیات اور خوشنویسی کی بھی مشق کرائی جاتی ہے۔
- مدرسہ میں تقریباً دوصد ۲۰۰ مقامی و بیرونی طلباء اور طالبات چھ اساتذہ کرام کی زیرنگرانی قرآن پاک کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔
- مدرسہ میں بیرونی طلبہ کی خوراک۔ رہائش کا مدرسہ کفیل ہے۔

اپیل

مخیر حضرات اپنے صدقات۔ خیرات۔ زکوٰۃ عطیات سے اپنے اس دینی مدرسہ کی امداد فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

داخلہ: تمام شوال جاری رہے گا۔

الداعی الی الخیر

(پیرجی) عبدالحکیم بن حضرت پیرجی عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ، مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن رجسٹرڈ مسجد نمو والی کمالیہ ضلع فیصل آباد